عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

ہفت روزہ ختم نبوۃ

جلد ۱۵ | ۴ تا ۱۰ صفر ۱۴۱۷ھ مطابق ۲۷ جون ۱۹۹۶ء | شمارہ ۴

قادیانی اسلام اور مسلمانوں کے دشمن ہیں

قادیانی تحریریں اور شہادتیں

انجمن سرفروشانِ اسلام

کے نام سے ذکری مذہب کے مشابہ نیا

گوہر شاہی فتنہ

اور اس کے اثرات

قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ

ایک مختصر رسالہ سے

۱۱۶۴ صفحات کی ضخیم تالیف

کیسے وجود میں آئی؟

مؤلف کے قلم سے

مرحلہ وار تعارف

مرزا غلام احمد قادیانی کی کہانی

تاریخی حقائق کی زبانی

قیمت: ۵ روپے

قسطوں کا کاروبار

ضمیر احمد کراچی

س ا:۔ قسطوں پر سامان بیچنے اور خریدنے کے بارے میں علمائے دین کیا فرماتے ہیں۔ آیا یہ کاروبار جائز ہے یا حرام؟

س ۲:۔ اسلام میں عورت کی آواز کے بارے میں کیا حکم ہے نامحرم کیلئے کسی عورت کی آواز کہاں تک سننا جائز ہے نیز آج کل لاؤڈ اسپیکر پر گھروں میں میلاد شریف' اور خواتین کا وعظ عام ہے جسے زور و شور سے ہونے کی وجہ سے مرد حضرات بھی سننے پر مجبور ہیں کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے کے بیچ کہ لاؤڈ اسپیکر پر خواتین کا بیان کرنا جائز ہے یا نہیں؟

ج ا:۔ قسطوں پر خرید و فروخت شرعاً" جائز ہے اور ادھار میں نقد سے زیادہ قیمت مقرر کرنا بھی صحیح ہے بشرطیکہ مجلس عقد میں اولاً" معاملہ کا ادھار یا نقد ہونا طے ہو جائے ادھار میں قیمت کی یہ زیادتی نہیں۔

ج ۲:۔ عورت کی آواز بھی شرعاً" عورت ہے اور بلا ضرورت اس کا بھی پردہ لازم ہے مروجہ میلاد خود شرعاً" قابل اشکال ہے چہ جائیکہ اس کے لئے ایک شرعی حکم کو توڑا جائے اور ایسی وعظ و نصیحت کا کیا فائدہ جو خود دائرہ شریعت سے متجاوز ہو مختصر یہ کہ نیکی برباد گناہ لازم کا صحیح مصداق ہے فقط واللہ اعلم۔

مسلمان عورت کے ساتھ مرتد مرد کا نکاح خود بخود ختم ہو جاتا ہے

س:۔ ایک مسلمان ماں باپ کے روایتی مسلم بیٹے کا نکاح تین برس قبل ایک لڑکی سے ہوا۔ ایک دو برس کے بعد ہی اس نوجوان نے دین اسلام سے اپنی بیزاری اور علیحدگی کا اظہار شروع کر دیا۔ خدا اور رسول کریم اور جنت دوزخ کو ڈھکوسلہ بتانے لگا کیا اس کا نکاح قائم رہا؟

ج:۔ اگر کسی عورت کا خاوند معاذ اللہ اسلام سے بیزاری کا اظہار کرے اور مرتد ہو جائے تو باجماع آئمہ اربعہ' وباتفاق جمہور فقہاء اس کا نکاح خود بخود فسخ ہو جاتا ہے قضائے قاضی اور حکم حاکم کی بھی کوئی ضرورت نہیں چنانچہ صورت مسئولہ میں یہ نالائق شخص اپنے عقائد کفریہ اور کلمات باطلہ کی وجہ سے مرتد ہو چکا اس لئے مرد پر پورا مہر لازم ہے اور عورت پر عدت واجب ہے اور عدت کا نفقہ بھی مرد پر لاگو ہو گا (کمافی جواہر الفقہ مفتی اعظم ج ۲ ص ۱۳۶) اب تک چونکہ جدائی نہیں ہوئی اس لئے زوجین میں فوراً" جدائی کر دی جائے فقط واللہ اعلم

س:۔ اب سے ۳-۴ برس قبل اس نے تین طلاق ایک مجلس میں دے دیں پھر ایک اہلحدیث عالم کی رائے کی مدد سے رجوع کر لیا۔ (مرتد خیالات کا اظہار اپنی جگہ تھا) تقریباً" ۵ ماہ قبل ۷' ۸ افراد قریبی عزیزوں کی موجودگی میں پھر تین طلاق دے دی۔ لڑکی عدت میں بیٹھ گئی وہ خرچہ اٹھاتا رہا اور خود باپ کے گھر رہا عدت کے اور (بچوں کی خاطر) بعض قریبی عزیزوں کے مشورہ سے پھر نکاح کر لیا (بغیر حلالہ کرائے) کیا یہ نکاح صحیح ہوا؟ کیا حلالہ کرانا ضروری ہے؟ کیا ان عقائد کے ہوتے ہوئے قریبی عزیزوں اور اہل محلہ اس سے تعلق رکھیں یا قطع تعلق کر لیں؟

ج:۔ چونکہ اس مرتد کا نکاح ارتداد کی وجہ سے پہلے ہی فسخ ہو چکا ہے اور وہ عورت اس کی شرعاً" منکوحہ ہی نہیں رہی تو اس کی طلاق ثلثہ کی کارروائی غیر موثر اور لغو گئی لہذا یہ مرتد شخص اپنے عقائد کفریہ سے سچی توبہ کر کے تجدید ایمان اور تجدید نکاح کرے حلالہ شرعی کی ضرورت نہیں اس شخص کو عزیزوں اور مسلمان اہل محلہ توبہ پر مجبور کریں اور اگر وہ توبہ نہیں کرتا تو مسلمان خاتون کو اس ملعون سے بزور بازو علیحدہ کر کے اس شخص سے ہر طرح مکمل بائیکاٹ کر دیں جو مسلمان اس خبیث سے کسی قسم کا تعلق رکھے گا اس کے بھی سلب ایمان کا اندیشہ ہے اعاذنا اللہ منہ۔

بینک میں ملازمت کرنا

خواجہ محمد یوسف

س:۔ میرا مسئلہ یہ ہے کہ میں مسلم کمرشل بینک میں ملازم تھا۔ سودی نظام اور اس کی وعیدیں جیسے جیسے علم میں آتی گئیں ملازمت سے (بینک کی) نفرت ہونے لگی اللہ رب العزت سے دعا کرتا رہا کہ کوئی ایسے حالات پیدا ہو جائیں جس سے میں اس سود کی لعنت سے چھٹکارا حاصل کر لوں' اور دوست احباب اور عزیز رشتہ داروں کو کچھ کہنے کا موقع بھی نہ ملے اور نہ علماء کرام پر تنقید کا موقع ملے کہ اچھی بھلی ملازمت اور اتنی زیادہ تنخواہ اور عدہ ملاؤں کے بہکانے میں آکر چھوڑ دی۔ الحمد للہ بینک پرائیویٹ ہو گئی اور انتظامیہ نے نئی پالیسی کا اعلان کیا جسے گولڈن شیک ہینڈ کا نام دیا گیا ابھی میرے ریٹائر ہونے میں دس سال باقی تھے اور میں گریڈ ون افسر تھا میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور گولڈن شیک ہینڈ پالیسی کے تحت ریٹائرمنٹ کے لئے درخواست دے دی گو کہ متعلقین دوست احباب نے ایسا نہ کرنے کیلئے کہا اور بہت سمجھایا مگر میں نے ۹ نومبر ۱۹۹۲ء سے ریٹائرمنٹ لے لیا اور یہ بھی فیصلہ کیا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ میں اپنے کسی بچے کو بینک کی ہوا بھی نہ لگنے دوں گا حالانکہ میری جگہ میں اپنے ایک لڑکے کو بینک میں لگوا سکتا ہوں مگر میں ابھی تک اس بات پر قائم ہوں جبکہ میرا ایک بیٹا آج سے دو ماہ پہلے تک بیکار رہا اور میرے پینشن کے علاوہ آمدنی کا کوئی ذریعہ نہیں تھا لیکن آج کل میرے لئے میرا داماد پریشانی کا باعث بنا ہوا ہے آٹھ ماہ پہلے میری ایک بیٹی کی شادی ہوئی ہے۔ داماد صاحب بہت ہی ضد کر رہے ہیں کہ میں اپنے لڑکے کے بدلے انہیں بینک میں ملازمت کے لئے رکھوا دوں جیسا کہ احادیث اور اخبارات میں علماء کرام کی تحریریں پڑھنے کا موقع ملتا ہے کہ سود اور سودی ملازمت' سودی نظام والے ادارے سے سود پر قرضہ لینا یا اس کی ضمانت

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان

INTERNATIONAL URDU WEEKLY
KHATME NUBUWWAT
KARACHI PAKISTAN

ہفت روزہ
ختم نبوۃ

۴ تا ۱۰ صفر ۱۴۱۷ھ
مطابق ۲۷ جون ۱۹۹۶ء

جلد نمبر ۱۵
شمارہ نمبر ۴

سرپرست
حضرت مولانا خواجہ خان محمد زید مجدہ

مدیر اعلیٰ
حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی

مدیر مسئول
عبدالرحمن باوا

مجلس ادارت
مولانا عزیز الرحمن جالندھری ○ مولانا اللہ وسایا
مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر ○ مولانا منظور احمد حسینی
مولانا محمد جمیل خان ○ مولانا سعید احمد جلالپوری

مدیر
حسین احمد نجیب

سرکولیشن منیجر
عبداللہ ملک

قانونی مشیر
حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ

ڈیزائننگ و تزئین
ارشد دوست محمد

اس شمارے میں

گوہر شاہی فتنہ اور اس کے اثرات	۶
قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ	۱۱
قادیانی اسلام اور مسلمانوں کے دشمن ہیں	۱۶
مرزا قادیانی کی کہانی	۱۹
تبصرہ کتب	۲۲

اندرون ملک چندہ
سالانہ ۱۵۰ روپے
ششماہی ۷۵
سہ ماہی ۴۵ روپے

بیرون ملک چندہ
امریکہ۔ کینیڈا۔ آسٹریلیا ۶۰ ڈالر ○ یورپ اور افریقہ ۵۰ ڈالر
○ متحدہ عرب امارات و انڈیا ۴۵ ڈالر
چیک، ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت — الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ اکاؤنٹ نمبر ۳۳ کراچی پاکستان ارسال کریں

قیمت ۵ روپے

رابطہ دفتر
جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ) پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ کراچی
فون 7780337 فیکس 7780340

مرکزی دفتر
حضوری باغ روڈ ملتان فون نمبر 514122

LONDON OFFICE
35 STOCKWELL GREEN
LONDON SW9 9HZ U.K.
PHONE: 071-737-8199.

پبلشر: عبدالرحمن باوا   طابع: سید شاہد حسن   مطبع: القادر پرنٹنگ پریس   مقام اشاعت: ۱۰۳ بنوری ٹاؤن کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دو انگریزی نظاموں کی لڑائی میں دینی حلقوں کے لئے انتباہ!

انگریزی قانونی نظام کی اعلیٰ عدالت اور انگریزی جمہوری نظام کے تحت حکومت قائمہ کے درمیان آئینی و قانونی لڑائی جاری ہے ہر صاحب شعور اسے اختیارات کی جنگ خیال کرتا ہے لیکن ہمارا اندازہ ہے کہ ذرا گیرائی میں جھانک کر دیکھا جائے تو اس لڑائی کے پس پردہ محرکات انتہائی خطرناک نظر آتے ہیں۔ قبل ازیں ادارتی سطور میں ہم اس کی طرف یوں اشارہ کر چکے ہیں۔

"افسوس کہ مسلمان قیادت ٹکڑوں میں بٹی نظر آتی ہے۔ بڑی پارٹیاں امریکی اشاروں پر حرکت میں عافیت خیال کرتی ہیں اور دینی حلقے ایک پلیٹ فارم پر جمع نہیں ہو رہے۔ ایسے میں قادیانیوں کی طرف سے فسادی کارروائیاں یقیناً "اشتعال کا باعث ہوں گی جس سے اندیشہ ہے کہ مسلمانوں کے رد عمل کو "مذہبی منافرت" کا عنوان دے کر ریاستی دفاعی قوت کو اس "رد عمل" کو دبانے اور کچلنے پر مامور نہ کر دیا جائے اور ۱۹۵۳ء کے حالات پیدا کر کے ۱۹۷۴ء کے فیصلہ کا انتقام لینے کا راستہ نکال لیا جائے۔ انتخابات کا ڈرامہ رچا کر نئی اسمبلی میں از سر نو قادیانی مسئلہ زیر بحث لانے کی کوشش کی بجائے یا اعلیٰ عدالتوں کے حوالہ سے آئین پاکستان کی اسلامی دفعات کو غیر موثر بنانے کی راہ اپنائی جائے۔ سپریم کورٹ کے موجودہ فیصلہ کو اس تناظر میں دیکھنا بھی بہت ضروری ہے۔ بہرحال اسلام کے نام پر قائم ہونے والے ملک میں قادیانیوں کی ریشہ دوانیاں اور اسلام دشمنی میں دیوانگی کی حدود میں داخل ہو جانے والے حکمرانوں کی کارروائیاں جاں نثاران ختم نبوت اور سر فروشان اسلام کو بروقت بیداری کا پیغام دے کر اپنی صفوں میں نظم و اتحاد کی دعوت دے رہی ہیں۔ اب ذرا سی غفلت اور بے توجہی کم از کم پچاس سال پیچھے دھکیلنے کا باعث ہو سکتی ہے۔"

(جلد ۱۴ شمارہ ۴۴)

پاکستان میں رائج دیگر نظاموں کی طرح انگریزی قانونی و سیاسی نظام دور غلامی کا تسلسل ہے۔ انگریز ظاہری طور پر برصغیر کو آزادی دے گیا لیکن اپنی جگہ اپنے تربیت یافتہ مخصوص طبقہ کے ذریعہ نظام ہائے سیاست و معیشت اور تعلیم وغیرہ کی طرح قانون اور عدالتی نظام کے تحفظ کا بھی اپنے تئیں دائمی انتظام کر گیا۔ انگریزی قانون کے ماہرین ہی عدالتوں کے جج بن سکتے ہیں۔ انگریز کے رائج کردہ تمام نظاموں کے تحفظ کی ذمہ داری ایوان اقتدار اعلیٰ کے فرائض میں شامل رہی ہے۔ انگریزی اقتدار کی بنیادوں کو ملک و ملت سے بے وفائی کے شیدائی جن خاندانوں نے مضبوط کرنے میں نمایاں کردار کے صلہ میں بڑی بڑی جاگیریں حاصل کر لیں تھیں پاکستان کے کروڑوں عوام ان کے محکوم بن کر رہنے پر مجبور ہو گئے۔ یہ ایک گمبیر اور تلخ حقیقت ہے کہ انگریز کے وفادار ملک و ملت کے جعفر و صادق صفت خاندانوں کے اقتدار کا حفاظتی نظام اب تک مغربی آقاؤں کے ہاتھ میں رہا ہے۔ اندرون ملک ایک تکون قائم ہو گئی جو مغربی اشاروں میں ان تمام نظاموں کی ہمہ وقت حفاظت پر مامور نظر آتی ہے۔ ہمارے ہاں کا نظام عدل اس تکون کے بنیادی ستونوں میں سے ایک کا کردار ادا کرتا رہا ہے۔

پاکستان کے عوام کی اکثریت بہرحال مسلمان ہے اور اسلام سے ان کا تعلق جذباتی حدود میں ہے اس لئے یہاں ہر نظام کے تحفظ کے لئے اسلام کا نعرہ اہل اقتدار کی وہ کمزوری ہے جس کا اظہار بادل نخواستہ ان کو کرنا ہی پڑتا ہے۔ گزشتہ مارشل لاء دور میں آٹھویں آئینی ترمیم کے ذریعہ اختیارات اقتدار کی تقسیم کے ساتھ عقیدہ ختم نبوت سمیت بہت سے اسلامی امور کو بھی تحفظ فراہم کر دیا گیا تھا۔ مارشل لاء کے خاتمہ کے بعد مذکورہ بالا تکون اس آٹھویں ترمیم کے خاتمہ کے لئے بے چین نظر آتی ہے لیکن دو چیزیں سد راہ بنی رہیں۔ ایک تو مسلمان اکثریت کی اسلام سے جذباتی وابستگی اور دوسری اسمبلی کے اندر دو تہائی اکثریت کی حمایت کا حصول۔ قرائن و آثار اس اندیشہ کو تقویت پہنچانے کا باعث ہو رہے ہیں کہ جو کام پارلیمنٹ کے پلیٹ فارم سے التوا کا شکار ہے۔ عدالتی نظام کے ذریعہ اس کا حصول ممکن بنایا جائے۔ منیر انکوائری سے نظریہ ضرورت تک عدالتی نظام اپنے حدود و فرائض کے تعین سے آخر

کس مجبوری کے تحت کس مہربن کا اظہار کرتا نظر آتا ہے جو اچانک بکریوں میں پلنے والے شیر کا روپ دھار گیا۔ آئینی دفعات کی تشریح و تعبیر کے ساتھ ترمیم و تنسیخ کی سرگوشیاں بھی [illegible] میں ابھر رہی ہیں اور آٹھویں ترمیم کو خصوصی ہدف بنایا جاتا ہے۔ اس ضمن میں تازہ ترین بیان بہت اہم ہے ملاحظہ فرمائیں۔

"چیف جسٹس [illegible] جسٹس سجاد علی شاہ نے کہا کہ ججوں کی تقرریوں کے بارے میں سپریم کورٹ کی کارروائی کے پیچھے فوج کا ہاتھ نہیں [illegible] کے اجلاس کے بعد بات چیت کے دوران ان سے سوال کیا گیا تھا کہ بعض حلقوں کا کہنا ہے کہ سپریم کورٹ کسی قوت کے اشارے پر تمام کارروائی کر رہی ہے چیف جسٹس نے استفسار کیا کہ کس قوت کے اشارے پر۔ ان سے کہا گیا تاثر ہے کہ فوج کے کہنے پر' تو چیف جسٹس نے کہا ایسی کوئی بات نہیں کہ فوج کے کہنے پر تمام کارروائی کی گئی۔ چیف جسٹس پاکستان سے سوال کیا گیا کہ وزیر اعظم بینظیر نے کہا کہ ججوں کی تقرریوں میں ویٹو کا اختیار وزیر اعظم کو حاصل ہوتا ہے۔ جسٹس سجاد علی شاہ نے کہا کہ آئین کا مطالعہ کرلیں اگر اس میں لکھا ہے کہ وزیر اعظم کے پاس ویٹو کا اختیار ہے تو پھر ٹھیک ہے تاہم وزیر اعظم کے پاس ویٹو کا اختیار نہیں ہے۔ متاثرہ ججوں کے بارے میں سفارشات پر لاہور ہائیکورٹ کے چیف جسٹس سے اختلافات کے بارے میں سوال پر انہوں نے کہا یہ بالکل غلط بات ہے چیف جسٹسوں کے درمیان اختلافات نہیں ہوتے ان کے درمیان بات چیت ہوتی ہے۔ اس سوال پر کہ کیا آپ کو توقع ہے کہ حکومت سپریم کورٹ کے فیصلے پر عمل در آمد کرے گی۔ چیف جسٹس نے کہا ہم اسی لئے تمام اقدامات کر رہے ہیں سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔ ان سے سوال کیا گیا کہ جسٹس ناصر اسلم زاہد اور سپریم کورٹ کے تین ججوں کی مستقلی کے معاملہ میں وکلا کا خیال ہے کہ سپریم کورٹ نے خود اپنے فیصلے میں طے کئے گئے اصولوں سے انحراف کیا ہے جسٹس سجاد علی شاہ نے کہا ایسا نہیں ہے کہ ہم نے اپنے اصولوں سے انحراف کیا بلکہ جن ججوں کو مستقل کیا گیا وہ پہلے ہی سے سپریم کورٹ میں کام کر رہے تھے۔"

(روزنامہ جنگ کراچی ۷ جون ۱۹۹۶ء)

غالب گمان یہی ہے کہ عدالت عالیہ اور حکومت کے مابین اختیارات کی یہ لڑائی بالآخر صلح پر ختم ہو جائے گی اور آٹھویں ترمیم کی تنسیخ اس کے لئے بنیاد فراہم کرنے کا ذریعہ بن سکتی ہے۔ چنانچہ ایوان اقتدار و حزب اختلاف میں صلح کے لئے اس مسئلہ کو بنیاد کے طور پر اختیار کرنے کا یوں عندیہ دیا گیا ہے۔

"حکومت نے ملک میں کرپشن کے خاتمے کے لئے قائد حزب اختلاف نواز شریف کی جانب سے احتسابی کمیشن کے قیام کی تجویز مشروط طور پر منظور کرلی ہے اور اعلان کیا ہے کہ اگر حزب اختلاف آٹھویں ترمیم کے خاتمے' خواتین نشستوں کی بحالی اور دیگر اہم آئینی ترامیم کی منظوری کے لئے حکومت سے تعاون پر آمادہ ہوگئی تو یہ احتسابی کمیشن قائم کر دیا جائے گا۔ حکومت نے اس ضمن میں حزب اختلاف اور حکومتی ارکان پر مشتمل ۶ رکنی کمیٹی کے قیام کی تجویز بھی پیش کی ہے جو اس معاملے کو آگے بڑھائے گی۔ منگل کو قومی اسمبلی میں وزیر مملکت برائے قانون و انصاف رضا ربانی نے وزیر اعظم بینظیر بھٹو کی پریس کانفرنس کے حوالے سے ہونے والی بحث کے دوران نکتہ اعتراض پر کہا کہ حکومت آٹھویں ترمیم سمیت دیگر تمام امور پر حزب اختلاف کو مذاکرات کی دعوت دیتی ہے۔ ہم ہر حال میں موجودہ نظام کو بچانا چاہتے ہیں۔ اگر حزب اختلاف آٹھویں ترمیم کے خاتمے' آئینی ترامیم کی منظوری اور خواتین کی نشستوں کی بحالی کے لئے حکومت سے تعاون کرے تو احتسابی کمیشن قائم کر دیا جائے گا۔"

(روزنامہ جنگ کراچی ۷ جون ۱۹۹۶ء)

خدانخواستہ یہ صورت حال پیدا ہوگئی تو کیا نتائج بر آمد ہو سکتے ہیں؟ بہی خواہان ملت اور حامیان اسلام کو ہر پہلو سے اس پر غور کرلینا ضروری ہے۔

ابنائے لعل دینی

انجمن سرفروشانِ اسلام کے نام سے ذکری مذہب کے مشابہ نیا

گوہر شاہی فتنہ اور اس کے اثرات

ہم نے اچانک ایک دن موچی دروازہ کو مختلف تانوں سے گونجتا پایا۔ ہم فوراً موچی دروازہ پہنچے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ وہاں ٹینٹوں کے مختلف شامیانے اور خیمے لگے ہوئے ہیں اور مختلف سمتوں میں لگے اسپیکروں سے ڈسکو اور جدید میوزک کی دھنیں فضاء میں بکھر رہی ہیں۔ میوزک کے ساتھ ہی کسی کی تعریف کی جا رہی ہے۔ میں ٹینٹوں میں پہنچا تو پتہ چلا کہ ایک ایسے پیر کے جلسہ کی تیاریاں ہو رہی ہیں کہ جس کے بارے میں کہا جا رہا ہے کہ اس کی تصویر آج کل چاند اور سورج میں آ رہی ہے۔ ہم نے منتظمین کو قرآن کی آیات اور احادیث سنا کر سمجھایا کہ اللہ اور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ساز' ناچ' گانے سے منع کیا ہے۔ تو پیر صاحب کے مریدوں نے کہا آپ لوگ ظاہری شریعت کے پیروکار ہیں جبکہ ہم عشق کے مذہب کے ماننے والے ہیں اور عشق اور جنگ میں سب جائز ہے۔ ویسے بھی جس طریقے سے بھی ہمارے مرشد کی مشہوری' پہچان' تعریف اور فضیلت ظاہر ہوتی ہو اور جو طریقہ بھی ہمارے مرشد کی مدح اور منقبت اور عشق میں معاون بنتا ہو عشق میں اضافہ کرتا ہو لوگوں کو ان کی طرف مائل کرتا ہو وہ طریقہ خواہ شرعی ہو یا غیر شرعی ہم اس کو جائز سمجھتے ہیں۔ ایک مولوی کہنے لگا آپ ڈسکو ساز اور دھنوں کو حرام کر رہے ہیں جبکہ میرا دل تو خوب ناچنے کو چاہ رہا ہے کیونکہ ان دھنوں کے ساتھ میرے مرشد کی تعریف کی جا رہی ہے۔ آپ شریعت لئے بیٹھے ہیں' یہ عشق کا مذہب ہے اس میں کچھ بھی ناجائز نہیں۔ پھر میں نے دیکھا کہ مرید واقعی ڈسکو سازوں اور دھنوں پر بلاہکار رقص کر رہے تھے اور ساتھ ساتھ اپنی ڈیوٹیاں نبھا رہے تھے۔ میں نے پھر ان مریدوں کو قرآن اور حدیث سنا کر موسیقی' ناچ اور فحاشی کے متعلق قرآن کی وعید سنائی تو انہوں نے غصے میں آ کر یہ کہتے ہوئے مجھ سے بات کرنے سے انکار کر دیا کہ آپ مرشد کو جاننے والا بھی ظاہر کر رہے ہیں اور پھر بھی یہ (قرآن و حدیث کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) آپ کی باتیں ظاہر کر رہی ہے پیر مرشد سے واقفیت اور آگاہی کا آپ پر اثر نہیں ہوا۔ آپ پر ابھی تک گمراہی کے آثار ہیں ورنہ آپ منصب عشق کے منافی دلیلیں دے دے کر باتیں نہ کرتے۔ جائیں ہمارا وقت نہ ضائع کریں۔ میں سوچتے ہوئے واپس آ گیا کہ عجیب پیر ہے کہ اس کے مرید قرآن اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سنتے ہی آگ بگولہ ہو جاتے ہیں اور فوری طور پر اس کو ظاہر کہہ کر رد کر دیتے ہیں جبکہ میں نے ان مریدوں کے سامنے جو پیر کو جاننے والا ظاہر کیا تھا وہ اس حوالہ سے کہ انہی دنوں پچھلے سال کاشی چوک میں ہونے والے اس کے ایک جلسہ کا حال دیکھ چکا تھا اور اندازہ لگا چکا تھا کہ یہ پیر کیسا ہے؟ لیکن مرید یہ سمجھے کہ میں ان کا معتقد ہوں۔ اب چلتے چلتے آپ کو مختصر طور پر سابقہ برس کے جلسہ کی ایک جھلک دکھاتے چلیں۔ کاشی چوک میں ایک بڑے مزار پر اسٹیج بنا کر اس پر گنبد خضرا (نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضے کا ماڈل) بنایا گیا تھا جس میں پیر نے ایک کرسی پر بیٹھ کر تقریر کی۔

○ ایک مقرر نے کہا کہ لوگ پندرہ پندرہ ہزار روپیہ خرچ کر کے مدینہ جاتے ہیں نتیجہ کیا نکلتا ہے؟...... کہ کوئی گمراہ کوئی بدمذہب اور کوئی گستاخ ہو کر لوٹتا ہے۔ وہ وہاں جانے کی بجائے اپنے سینے کو مدینہ کیوں نہیں بناتا۔

○ آپ قیامت تک بھی...... اس کوشش میں لگے رہیں کہ آپ کا دل اللہ اللہ کرنے لگے مگر کامیاب نہ ہو سکیں گے کیونکہ آپ کا دل آپ کے اختیار میں نہیں ہے...... ہاں جب کوئی مرشد ہی چاہے گا اور نظر کرے گا تو سیکنڈوں میں آپ کا دل اللہ ہو اللہ ہو کرنے لگ جائے گا۔ اس کے ثبوت کے لئے ایک واقعہ بھی بیان کیا گیا کہ غوث پاک ایک دفعہ منبر پر آئے وہ "تین گھنٹے" بیٹھے رہے لیکن کچھ نہ بولے۔ ایک دفعہ آپ کا صرف سبحان اللہ کہنا تھا کہ کچھ ہی لمحوں بعد لوگ کپڑے پھاڑنے لگے' چیخنے چلانے اور رونے لگے۔ اسی کیفیت کے نتیجے میں مرنے والے کئی لوگوں کے جنازے وہاں سے اٹھے حالانکہ منبر پر بیٹھتے وقت آپ نے صرف سبحان اللہ کہا تھا۔ یہ صرف آپ کی نظر کا کمال تھا کہ یہ لوگ پاگل دیوانے ہو گئے اور مر گئے۔

یہ عجیب ولایت ہے جس میں "سبحان اللہ" کہہ کر لوگوں پر ایسی کیفیت طاری کی جائے کہ وہ چیخیں' چلائیں' روئیں' پیٹیں اور مر جائیں۔ اسلام تو ایسے کسی بھی بے ہودہ ضابطہ سے خالی ہے۔

○ اب پیر گوہر نے بغیر کسی حدیث آیات قرآنی اور بغیر خطبہ مسنونہ کے طوطے کی طرح رٹی ہوئی تقریر شروع کی کہ:

"جب آپ کے لوگ اور آپ کے علماء سیاست میں لگ گئے' کلاشنکوف پکڑ بیٹھے' دین کا کام' جو ان کا اصل کام تھا' چھوڑ بیٹھے تو ہم لوگوں کو میدان میں آنا پڑا۔ طاہر القادری نے بھی اقرار کیا ہے کہ میں نے سیاست میں جو چار سال گزارے ہیں فراڈ اور دھوکہ میں گزارے ہیں۔"

○ جو ایک دفعہ اللہ اللہ کرے گا ساڑھے تین کروڑ دفعہ کا ثواب ہو گا بلکہ ۷۲ ہزار اور سنتوں کا ثواب مزید ملے گا۔

○ عابد شیطان کا دوست اور گنہگار سخی شیطان کا دشمن ہے۔

○ سنی' شیعہ' وہابی' دیو بندی سب زبان کے مسلمان ہیں دل کے نہیں۔

○ ۶۵ء کی جنگ میں بزرگ ہندوستان کی طرف سے برسائے جانے والے بم پکڑتے رہے اس طرح ہم جنگ جیت گئے۔

(مگر ۷۱ء کی جنگ میں بزرگ کہاں چلے گئے تھے؟)

○ بہتر تہتر فرقوں میں تقسیم ہونے والے تمام منافق ہیں۔

○ ایک آدمی بیس سال حنفی رہنے کے بعد غیر مقلد ہو گیا۔ اس کی بیس سال کی کوئی نماز قبول نہیں۔ اگر نمازیں دل سے ادا کرتا تو وہ نمازیں قبول بھی ہوتیں تو وہ کبھی غیر مقلد نہ ہوتا۔

○ مرنے کے بعد روح اوپر پرواز کر جاتی ہے اور بندہ کے جسم کے اندر پہلے سے موجود سولہ مختلف مخلوقات قبر میں نماز پڑھتی ہیں۔ الحقی جنتی اور قبر سے باہر نکل کر

لوگوں کو فیض پہنچاتی ہیں۔

○ ورد وظیفہ اور اللہ کے ذکر کے لئے اجازت لینا ہوگی بغیر اجازت کے ذکر کرنے کا کچھ فائدہ نہ ہوگا۔

کشمیر اور بوسنیا میں جہاد کے متعلق ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے پیر نے کہا کشمیر اور بوسنیا میں جہاد کی ضرورت نہیں بلکہ میرا بتایا ہوا ذکر کیا جائے (نہ کہ کشمیری بوسنوی ماؤں بہنوں کی مدد کی جائے) میرا بتایا ہوا ذکر کرنا ہی اصل میں جہاد اکبر ہے اور باقی تمام جہاد جہاد اصغر ہیں۔

شیخ یعقوب جو کہ اس وقت اساتذہ کے شعبہ کے مسئول تھے نے سوال لکھ کر بھیجا کہ اگر مرید گنہگار ہو نیک نہ ہو اعمال صالح کا ذخیرہ اس کے پاس نہ ہو تو کیا قیامت کے دن ایسے مرید کی پیر مدد کر سکے گا؟ جبکہ سیدہ عائشہ کو محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے خود فرمایا کہ اس دن کوئی کسی کی شفاعت نہ کر سکے گا۔ اعمال صالح ہی کام آئیں گے۔ تو پیر گوہر نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ مرید نے اگر اپنے پیر کو صرف دیکھ ہی لیا ہے کوئی اچھا عمل اور نیکی نہیں بھی کی تو تب بھی پیر اس کو جنت میں لے جائے گا بلکہ مجھے یاد آرہا ہے کہ پیر گوہر نے کہا تھا کہ اس کو گھسیٹ کر جنت میں لے جائے گا۔

لکشمی چوک میں کعبہ

جلسہ ختم ہونے کے بعد ایک شخص بار بار پیر گوہر کے گرد طواف کعبہ کی طرح چکر لگا رہا تھا تو پیر گوہر نے مسکرا کر کہا۔ لگتا ہے طواف کے سات چکر پورے کر کے ہی چھوڑے گا۔ اور اس شخص نے واقعی جس طرح بیت اللہ کے گرد سات چکر پورے کئے جاتے ہیں بالکل اسی طرح پیر گوہر کے گرد سات چکر پورے کر کے طواف مکمل کیا۔ پیر گوہر اس کو روکنے کی بجائے خوش ہوتا رہا۔ قارئین یہ تو گزشتہ سال کے لکشمی چوک والے جلسہ کی مختصر جھلکیاں تھیں۔ اب ہم آپ کو ۱۸ اپریل کو موچی دروازہ میں ہونے والے جلسہ میں لئے چلتے ہیں۔

موچی دروازہ میں

راقم وی آئی پی کارڈ حاصل کرنے کے بعد اسٹیج کے سامنے والی خصوصی نشستوں پر رپورٹنگ کے لئے بیٹھ گیا۔ اسٹیج کی طرف دیکھا تو حیران رہ گیا کہ پچھلے سال تو پیر گوہر صرف گنبد خضرا بنوا کر اس میں اپنی کرسی لگوا کر تقریر کرتا تھا' اب اسٹیج پر دائیں جانب گنبد اور بائیں جانب بیت اللہ کے بڑے بڑے ماڈل بنائے ہوئے تھے۔

اسٹیج کے پیچھے بہت بڑی بیزی آویزاں تھی جس میں سورج ابھر رہا تھا اور اس کی کرنیں ہر طرف پھیل رہی تھیں۔ سورج کے اندر پیر گوہر کی تصویر تھی اور اسٹیج کے سامنے دیوار پر جلی اور بڑے حروف میں لکھا تھا کہ مشرق سے ابھرتے ہوئے سورج کو ذرا دیکھ۔ اسٹیج کے ارد گرد مختلف زاویوں میں فوارے بنائے گئے تھے جن سے پانی نکل رہا تھا۔ یوں ماحول کو بھرپور طور پر طلسمی بنانے کی کوشش کی گئی تھی۔ اس طرح اسٹیج کے بالکل سامنے مووی کیمروں والے تیزی سے اجتماع کی ریکارڈنگ کر رہے تھے۔ ایک بینر پر دیکھا کہ کسی عبداللطیف شہید کی عظمتوں کو خراج عقیدت پیش کیا گیا تھا۔ حیرانی ہوئی کہ اس صوفیانہ افکار پر مبنی فرقہ میں شہید کہاں سے آگیا کیونکہ جہاد تو ان میں ہے ہی نہیں۔ اگر تھوڑا بہت ہے بھی تو وہ صرف اتنا کہ ان کے پیر کا بتایا ہوا وظیفہ ذکر ہی اصل اور سب سے بڑا جہاد ہے' باقی سب چھوٹے اور ادنیٰ جہاد ہیں۔ ہم نے مرکز جا کر جب ۱۹۹۳ء کی فائلیں دیکھیں تو یہ مسئلہ بھی حل ہو گیا اور یوں پول کھل گیا کہ عبداللطیف کوئی مجاہد نہ تھا کہ جو میدان جنگ میں شہید ہوا ہو بلکہ عبداللطیف انجمن سرفروشان اسلام لاہور' کا ناظم تھا۔ اس نے اپنی تنظیم کے ایک رکن زاہد علی کو کوئی الناسیہ سحار وحانی ورد پڑھنے کو دیا۔ جس کے پڑھنے سے اس کا ذہنی توازن بگڑ گیا۔ وہ ڈاکٹروں سے علاج بھی کرواتا رہا۔ آخر ایک دن اس نے عبداللطیف کو قینچی مار کر مار دیا اور سرفروشوں نے اس کو یوں ظاہر کیا کہ جیسے وہ باطل قوتوں اور کافروں کے خلاف لڑتا شہید ہو گیا۔ حالانکہ اس کا قاتل اسی تنظیم کا رکن زاہد علی تھا جو بعد میں گرفتار ہو گیا اور اس نے جرم بھی قبول کر لیا۔

میں اور میرے ساتھی پھر گھومنے کے بعد اسٹیج کی طرف لوٹ آئے۔ اب اعلان ہوا کہ حضرت قبلہ سید ناریاض احمد گوہر شاہی مدظلہ العالی چند لمحوں بعد جلوہ افروز ہونے والے ہیں۔ جب وہ جلوہ افروز ہوں تو سب لوگ اپنی اپنی جگہوں پر کھڑے ہو جائیں۔ جب پیر اسٹیج کی طرف آیا تو مرید ساتھ ڈسکو طرز کے میوزک پر پیر کی آمد کا گانا گانے لگے' ساتھ ہی خوب ساز بج رہے تھے۔ لوگ کھڑے تھے۔ اب پیر بیٹھ گیا اور پیر کی شہزادی یعنی بیٹی اسٹیج پر کچھ پڑھنے آئی۔ اس نے آٹھ نو سال کی عمر میں ہی گلوکاروں کی طرح ایک نہایت شرکیہ نظم پڑھی جس کے چند اشعار کچھ یوں ہیں:

سانسوں میں تیری خوشبو کچھ ایسی سمائی ہے
مستی میں صدا جھوموں یہی دل کی دہائی ہے
کعبے کو بھی دیکھا ہے صورت میں تیری گوہر
میرا عشق یہ کہتا ہے تیرے من میں خدائی ہے
ہیں لوح و قلم تیرے پھر بھی یہی مانگوں
تیرے سامنے موت آئے یہ میری بھلائی ہے

آخر میں پیر گوہر کو خطاب کی دعوت دی گئی۔ پیر گوہر جب اسٹیج پر آیا تو لوگ حیران رہ گئے کہ یہ کیسا پیر ہے' داڑھی کٹا' شلوار ٹخنوں سے نیچے لٹکائے' متکبرانہ چال چلتے ہوئے گنبد خضرا اور بیت اللہ کے ماڈل کے درمیان سجائی گئی کرسی پر ٹانگ پر ٹانگ چڑھا کر کرسی کی بیک سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا' جبکہ اس کی بیک پر بڑے موٹے الفاظ میں لکھا ہوا تھا:

مرحبا یا مرحبا گوہر شاہی مرحبا

اب ہماری نظر پیر کے مریدان خاص پر' جو اسٹیج پر موجود تھے' پڑی تو مزید حیران ہوئے' سب کے سب اسٹیج سیکرٹری نعت خوان مقررین سب کی داڑھیاں یا تو بالکل استرے سے منڈھی ہوئی تھیں یا کٹی ہوئی خشخشی تھیں۔ ٹخنوں سے نیچے شلواریں' پان کے رسیا' بے نماز اور بال اٹھے ہوئے تھے سارا دن اذانیں ہوتی رہیں لیکن وہ اسٹیج پر بیٹھے رہے' کسی کو مسجد میں جا کر نماز پڑھنے کی توفیق نہ ہوئی حتیٰ کہ رات کا ایک بج گیا۔

بہرحال پیر گوہر نے اپنی عادت کے مطابق بغیر کسی قرآنی آیت' حدیث مبارکہ اور خطبہ مسنونہ کے تقریر شروع کر دی۔ یہ بات یاد رہے کہ اس ایمان پر ڈاکہ ڈالنے والے پیر نے ایک ہی تقریر رٹی ہوئی ہے۔ آپ اس کی درجنوں کیسٹیں سن لیں آپ کو ایک ہی تقریر سننے کو ملے گی۔ ماسوائے چند نئے پیش آنے والے واقعات کے۔ بہرحال پیر نے اپنی رٹی رٹائی تقریر اپنے مخصوص دیہاتی لب و لہجہ میں شروع کر دی۔ پیر گوہر نے تقریر کی جس کا لب لباب سابقہ تقریروں کی طرح یہی تھا کہ ذکر کے لئے اجازت طلب کریں۔ یہ ذکر جو اسم اعظم کہلاتا ہے میرے پاس ہی ہے۔ باقی نماز' روزہ' حج وغیرہ کچھ نہیں۔ سب کچھ ذکر ہی ہے۔ ذکر بھی وہی جو میں بتاؤں۔ پیر گوہر نے بتایا کہ ایک دفعہ اللہ کو خیال آیا کہ میری صورت کیسی ہے۔ لہٰذا سامنے شبیہہ بن گئی اللہ اس پر عاشق ہو گیا اور وہ اللہ پر عاشق ہو گئی وہ (اللہ) خود ہی عشق خود عاشق اور خود ہی معشوق ہے۔ حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ سے دو علم ملے' ایک تو بتا دیا اگر دوسرا بتاؤں تو تم مجھے قتل کر دو گے۔ پیر گوہر نے مزید کہا جس طرح بادل بادل سے ٹکراتے ہیں بجلی بنتی ہے' لوہا لوہے سے ٹکراتا ہے تو چنگاری بنتی ہے' قرآن کی آیتیں جب آیتوں سے ٹکراتی ہیں تو نور بنتا ہے۔ آپ قرآن پڑھیں مگر اسی وقت جب آپ کا نفس پاک ہو۔ قرآن کتے کے نفس رکھنے والوں کے لئے نہیں ہے بلکہ اس کو متقی پڑھے۔ جن لوگوں نے نفس پاک ہونے کے بغیر قرآن سے ہدایت حاصل کرنے کی کوشش کی وہ گمراہ ہو گئے۔ ظاہر (شریعت) باطن (طریقت) کا عکس ہے۔ قرآن کریم کے حروف مقطعات میں سے الم میں سے الف

سے مراد ہے کہ اللہ اللہ کر۔ اگر اس کی توفیق نہیں تو پھر لام سے مراد لا الہ الا اللہ پڑھ۔ اگر اس کی بھی توفیق نہیں تو پھر میم سے مراد محمد رسول اللہ ہی پڑھ۔ اگر اس کی بھی توفیق نہیں پھر کتاب (یعنی قرآن) پڑھ۔ کتاب (قرآن) پڑھ کر پتہ نہیں گمراہ ہوگا کہ کافر۔ اس تبلیغ کے ذریعے پیر اپنے مریدوں کو روکتا ہے کہ قرآن کو نہ پڑھو ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے کیونکہ تم ابھی قرآن پڑھنے کے قابل نہیں ہوئے وغیرہ...... ہم نے تقریر کے بعد اس کا لٹریچر خریدا اور اس کا مطالعہ شروع کر دیا۔ ہمیں معلوم ہوا کہ اس پیر کا مذہب تو بالکل مذہب اسلام سے متضاد اور مخالف ہے۔ قارئین! اب آپ گوہر شاہی شریعت کی ہلکی سی جھلک ملاحظہ فرمائیں گے جس میں اس نے بالکل ایک نئے مذہب کی بنیاد رکھ کر اس کی تبلیغ شروع کی ہوئی ہے۔

تعارف پیر ریاض احمد گوہر شاہی

بہتر ہے پیر ریاض کی تعلیمات کا طریقہ واردات اور مذہب جاننے سے پہلے اس کی ذات کا تعارف ہو جائے۔

پیر گوہر کا تعلق ڈھوک گوہر شاہ تحصیل گوجر خان ضلع راولپنڈی سے ہے۔ پیر اپنے آپ کو سید ظاہر کرتا ہے لیکن عام تاثر یہی ہے کہ وہ مغل ہے۔ پیر ریاض احمد گوہر شاہی' گوہر علی شاہ کی پانچویں پشت سے ہے۔ گوہر علی سرینگر کشمیر کا رہائشی تھا۔ کشمیر میں اس پر قتل کا الزام تھا۔ انگریز حکومت نے قتل کے جرم میں گرفتار کرنا چاہا' وہ جان بچانے اور گرفتاری سے بچنے کے لئے کشمیر سے ایسا بھاگا کہ سیدھا راولپنڈی آگیا۔ اب پیر ریاض احمد یہ کہتا ہے کہ اس کا بابا کشمیر سے اس لئے بھاگا تھا کہ ایک دفعہ کچھ ہندوؤں نے ایک مسلمان لڑکی کو اغواء کر لیا تو اس نے سات ہندو مار دیئے۔ اس لئے انگریز حکومت ان کو گرفتار کرنا چاہتی تھی۔ اصل حقیقت کیا ہے؟ گوہر علی نے کس کو قتل کیا تھا مسلمانوں کو' ہندوؤں کو' مریدوں کو یا کسی اور کو۔ یہ تو اللہ بہتر جانتا ہے یا ریکارڈ چیک کرنے پر پتہ چل سکتا ہے۔ بہرحال پیر ریاض احمد گوہر شاہی اپنے بابا کا فالو اسی طرح کرتا ہے۔ پیر گوہر کشمیر سے بھاگ کر راولپنڈی نالہ لئی کے پاس چھپا رہا۔ جب یہاں پر بھی پولیس کا خطرہ ہوا تو فقیری کا روپ بھرا اور بھیس بدل کر یوں فقیر بن کر تحصیل گوجر کے ایک جنگل میں جا کر ڈیرہ لگالیا۔ کئی سال پولیس کے ڈر سے اس جنگل میں چھپتے چھپاتے گزار دیئے۔ کمزور عقیدہ لوگوں نے جب اس آدمی کو اتنے عرصہ سے اس جنگل میں دیکھا تو اس کو سادھو فقیر یا پیر سمجھ کر اس کے پاس اپنی منتیں مرادیں لے کر آنے لگے۔ پیر ریاض کے بابا گوہر علی شاہ نے بھی گوجر برادری پر اپنی اداکاری اور جھوٹی فقیری کا ایسا جادو کیا کہ گوجر برادری نے عقیدت میں آکر اس جنگل کا رقبہ جو ان کی ملکیت تھا وہ انہوں نے اس کو نذرانے میں پیش کر دیا اور پیر موصوف نے بھی مال مفت دل بے رحم سمجھ کر قبول کر لیا اور خاموشی سے اس پر قابض ہو گیا۔ اب یہی جنگل والا رقبہ' جس پر ایک وسیع بستی بس گئی ہے گوہر علی شاہ کے نام کی مناسبت سے ڈھوک گوہر شاہ کے نام سے منسوب اور مشہور ہے۔ پیر ریاض کے بابا گوہر علی نے زندگی یہیں گزار دی اور اپنی زندگی کے آخری ایام میں کسی بات پر ناراض ہو کر بکرا منڈی راولپنڈی میں چلے گئے اور وہیں فوت ہو گئے۔ لوگ میت کو آبائی گاؤں لے کر آئے اور دفنا کر ان کا مزار بنا ڈالا۔ ادھر بکرا منڈی میں جہاں پیر بیٹھا کرتا تھا وہاں بھی لوگوں نے پیر گوہر علی کا دوسرا مزار بنا دیا۔ حالانکہ مرنے والے کی میت قبر میں موجود ہی نہیں۔ بلکہ قبر میں پیر گوہر علی کی گودڑی اور عصا دبا کر مزار بنا دیا ہوا ہے۔ اب پیر گوہر علی کے دو دربار ہیں' ایک آبائی گاؤں میں' دوسرا بکرا منڈی راولپنڈی میں۔ حقیقت سے ناآشنا اور شرک کے شکار زیادہ تر لوگ اپنی حاجات لے کر بکرا منڈی والے دربار پر ہی جاتے ہیں حالانکہ جانتے بھی ہیں کہ یہاں گدڑی اور لکڑی کا عصا دبا ہوا ہے۔

پیر گوہر علی تو مر گیا لیکن ان کی نسل میں ان کا ایک بیٹا بے روزگار تھا جس کا نام ریاض احمد تھا۔ اس نے سوچا کہ ویسے پیسہ کمانا بہت مشکل ہے کیوں نہ پیری مریدی کا پھندا پھینک کر دیکھا جائے۔ چنانچہ ۲۰ سال کی عمر میں ہی شیطان اس کے پیچھے لگ گیا۔ ۲۰ سال سے لے کر ۳۴ سال کی عمر تک پیر نے بالکل نماز نہ پڑھی اور نہ روزہ رکھا اور دوسرے شرعی احکامات پر بھی عمل کرنا چھوڑ دیا۔ اب شیطان نے اس کو خاص طور پر سندھ کے پسماندہ غیر تعلیم یافتہ پیر پرست اور سید کے نام پر کٹ مرنے کا جذبہ رکھنے والے لوگوں کو پھانسنے کے لئے منتخب کیا۔ ۳۴ سال کی عمر میں اپنے منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کے لئے درباروں کے چکر لگانے شروع کر دیئے۔ تین سال تک یہ سیہون کے پہاڑوں اور لال باغ میں شیطانی چلے اور مجاہدے میں مصروف رہنے کا ڈرامہ رچاتا رہا۔ پھر اس

ریاض احمد نے پیر آف دیول اور گولڑہ کے صاحبزادہ معین الدین سے بیعت کی۔ بعد میں ان کو ولی کامل نہ سمجھتے ہوئے بیعت توڑ دی۔ کئی نشہ بازوں اور چرسیوں کے پیچھے بھی دوڑ لگائی کہ شاید ان میں سے ہی کوئی ان کو چھوٹا موٹا پیر بننے کا گر بتا دے۔ اسی مقصد کے لئے جام داتار کے دربار بری امام کے بھی چکر لگائے۔ جب کسی نے بھی پیر بننے کا گر نہ بتایا تو ریاض احمد خود بخود ولی بن جانے کے منصوبے پر عملدر آمد کرنے کا سوچنے لگا۔ لہٰذا اپنی کتاب روحانی سفر کے صفحے پر درج کرتا ہے کہ "میں نے اپنی ناکامی کا اشارہ پا کر بھی لوٹنا نہ چاہا' سوچا مرشد ابو بکر حواری کا بھی نہ تھا وہ کیسے کامیاب ہوئے۔ جب گھر سے نکل پڑا ہوں پوری قسمت آزماؤں...... عجب مستی ہے۔ سمجھتا ہوں فقیر بن گیا ہوں۔ آزمائش کے لئے چڑیوں کو حکم دیتا ہوں ادھر آؤ وہ نہیں آتیں پھر کہتا ہوں اچھا مر جاؤ وہ نہیں مرتیں پھر سمجھتا ہوں ابھی فقر ادھورا ہے۔"

اب یہی نوجوان جو اپنا کاروبار چھوڑ کر پیر بننے کے چکر میں جو بہکی بہکی باتیں کرتا تھا۔ شیطان کے چنگل میں مکمل طور پر گھر چکا تھا۔ وہ باتیں ہم آپ کو پیر ریاض احمد کی زبانی ہی سناتے ہیں۔ اب سنئے کہ پیر ریاض کسی طرح گوہر شاہی بنا اور اس نے جنگل میں تین سال تک کیا کیا گل کھلائے۔

پیر گوہر کا دعویٰ کہ میرا مرشد شیطان ہے

پیر گوہر کی کتب میں درج ہے کہ **من لا شیخ فشیخہ الشیطان** یعنی جس کا مرشد کوئی نہیں اس کا مرشد شیطان ہے۔ پیر گوہر اور بریلوی علماء بھی اس موقف پر کاربند ہیں اور حقیقت بھی یہی ہے کہ پیر گوہر کا کوئی استاد نہیں' نہ وہ کسی مدرسہ میں پڑھا ہے' نہ قرآن و حدیث کی تعلیم سے آشنا ہے۔ چنانچہ مولوی ابو داؤد صادق گوجرانوالہ نے لکھا ہے کہ ان صاحب کو نہ تو علمائے کرام کی صحبت میسر آئی ہے اور نہ مشائخ طریقت کی تربیت نصیب ہوئی یعنی ریاض صاحب نہ تو کسی سنی مدرسہ سے فارغ التحصیل ہیں اور نہ ہی کسی سلسلہ بیعت میں منسلک ہیں۔ (خطرے کا الارم ص ۴) چنانچہ جب ان کا کوئی استاد ہی نہیں تو ان کے اپنے کلیے **من لا شیخ فشیخہ الشیطان** کے مطابق پیر گوہر کا مرشد شیطان ہوا۔ اس چیز کا پیر گوہر نے خود دعویٰ اور اعتراف کیا ہے کہ ان کا مرشد شیطان ہے۔ اور جنگل میں چلے جانے کے دوران میں بھی شیطان ان کو ملتا رہا اور ان کی رہنمائی کرتا رہا۔ پیر ریاض گوہر لکھتا ہے کہ:

پیر گوہر کا مرشد :

ایک دن پتھریلی جگہ پر پیشاب کر رہا تھا۔ پیشاب کا پانی پتھروں پر جمع ہو گیا اور ویسا ہی سایہ مجھے پیشاب کے پانی میں ہنستا ہوا نظر آیا' جس سائے سے مجھے ہدایت ملی تھی۔ میری اس وقت کیا حالت تھی' میں بیان نہیں کر سکتا۔ میں جس کو ایک روحانی چیز سمجھتا تھا جس کے حکم کے مطابق گھر بار چھوڑا' ماں باپ' بیوی' بچوں کی محبت کو ٹھکرایا۔ آج میں اس سے بدگمان ہو چکا تھا۔ اگر وہ سایہ روحانی ہوتا تو ناپاک جگہ کیوں نظر آتا۔ یہی خیال اور یقین تھا کہ یہ کوئی شیطانی روح ہے جو

تیرے ساتھ لگ گئی اور تجھے بالکل برباد کر کے اپنا اصل دکھایا۔ اسم اللہ بھی رگ رگ میں بس چکا تھا۔ اس کو بھی چھوڑنے کو دل نہیں چاہ رہا تھا۔ جب دل کی طرف دیکھا تو سوچا اسی سایہ (شیطان) کی وجہ اور مدد سے میں اس قابل ہوا لیکن پھر وہ بات سامنے آجاتی' سمجھ میں نہ آتا کیا کروں۔ آخر اپنی سابقہ زندگی کا بغور مطالعہ کیا معلوم ہوا کہ گو یہ سایہ شیطان ہی سہی لیکن اس کی وجہ سے تجھے ہدایت ہوئی۔ (روحانی سفر ص ۲۰)

اور آج تک شیطان پیر گوہی کی رہنمائی اور ہدایت کا فریضہ سرانجام دے رہا ہے۔

چلے کے دوران نشہ آور چیزوں سے یاری۔ نشہ خدا کی قربت کا سبب

جنگل میں پیر ریاض نے جن شخصیات کے زیر اثر چلے کاٹے' ان میں شیطان صاحب سرفہرست ہیں۔ اس کے علاوہ کیسی کیسی ہستیاں اس پیر کی تربیت کرتی رہیں' کیسے کیسے بزرگ اس کو ایک نئی شریعت سکھاتے رہے' اس کے لئے ایک مثال پڑھئے۔ پیر گوہر بتاتا ہے کہ:

"آج چلہ گاہ میں جب ذکر سے فارغ ہوا تو اونگھ آگئی۔ کیا دیکھتا ہوں ایک بزرگ سفید ریش چھوٹا قد میرے سامنے موجود ہے اور بڑے غصے سے کہہ رہا کہ میں نے بھنگ کیوں نہیں پی۔ میں نے کہا شریعت میں حرام ہے۔ اس نے کہا شرع اور عشق میں فرق ہے...... جو نشہ اللہ کے عشق میں اضافہ کرے' یکسوئی قائم کرے' خلق خدا کو بھی کوئی تکلیف نہ ہو' وہ مباح بلکہ جائز ہے۔ پھر اس نے کہا' قرآن مجید میں صرف شراب کے نشے کی ممانعت ہے' جو اس وقت عام تھی' بھنگ چرس کا کہیں ذکر نہیں ملتا۔ صرف علماء نے ان کے نشے کو حرام کہا۔ اب وہ بزرگ بھنگ کا گلاس پیش کرتے ہیں اور میں پی جاتا ہوں اور اس کو بے حد لذیذ پایا۔ سوچتا ہوں بھنگ ذائقہ دار شربت ہے۔ خوامخواہ ہمارے عالموں نے اسے حرام کہہ دیا۔

ذکر خدا میں صنف نازک کی ادائیں

جنگل میں جن چلوں کو کاٹنے کے عمل نے ریاض احمد کو ریاض احمد گوہر شاہی بنا دیا' ان میں ایک کردار صنف نازک کا بھی ہے۔ عام پیروں کی طرح پیر ریاض کو بھی صنف نازک

سے قلبی لگاؤ ہے۔ حالانکہ اللہ کے خاص بندوں اور اولیاء کا یہ شیوہ نہیں کہ وہ کسی غیر محرم عورت کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنے کی جرات بھی کر سکیں۔ لیکن ریاض احمد گوہر شاہی کچھ اور ہی طرح کے زندہ دل اور رنگین مزاج مرشد ہیں۔ اپنی مشہور تصنیف روحانی سفر ص ۳۹ پر لکھتے ہیں کہ:

" آج آدھی رات ہو چکی ہے۔ میں حسب معمول ذکر انفاس میں مشغول ہوں۔ چلہ گاہ کے باہر گھنٹیوں کی آوازیں آنا شروع ہو گئیں اور آہستہ آہستہ میوزک کی طرح بلند ہونے لگیں۔ میں نے چلہ گاہ سے اٹھ کر دیکھا چودہ میں لڑکیاں گول دائرے کی شکل میں رقص کر رہی تھیں۔ جسم چکنے اور قد درمیانہ تھے۔ پشت پر پرندوں کی طرح پر لگے ہوئے تھے جن کے اوپر بال تھے۔ رقص بھی انوکھا اور مخلوق بھی عجیب تھی۔ سماں بھی دن کی طرح ہو گیا تھا۔ میں نے سمجھا پریاں ہیں اور ان کا رقص دیکھنے میں محو ہو گیا۔ آواز آئی انہیں چھوڑ ذکر کر۔ میں نے کہا ذکر تو روز ہی کرتے ہیں اور روز ہی کریں گے لیکن یہ رقص تو کبھی نہیں دیکھا اور شاید آئندہ بھی نہ دیکھ پائیں۔ میں چاہتا تھا کہ ان کی شکل بھی صاف صاف نظر آئے۔ میں دو قدم آگے بڑھتا ان کا دائرہ بھی دو قدم پیچھے ہٹ جاتا اور اسی طرح بڑھتے بڑھتے ہوئے ان کے چہرے کا تجسس لئے ہوئے بلی سے باہر نکل گیا۔"

اس کے علاوہ فحاشی اور بے حیائی پر مبنی اپنے واقعات جو تین سال تک مستانی کے ساتھ پیش آتے رہے' یہ واقعات اس قدر فحش اور حیاء باختہ ہیں کہ ہم ان اوراق پر رقم کرنے سے قاصر ہیں کہ حیاء مانع ہے۔ یہ صرف اس پیر کو ہی زیب دیتا ہے کہ وہ اس قدر گندے اور فحاشی پر مبنی اپنے واقعات اپنی کتابوں میں لکھ گیا۔ (جنگل میں جہاں پیر نے چلہ کاٹا وہاں ایک عورت رہتی تھی جس نے پیر کے ساتھ محبوبہ کی حیثیت سے تین سال گزارے۔ اس کا نام مستانی تھا پیر سارا سارا دن اس کی جھونپڑی میں لیٹا رہتا) ہم صرف مستانی کی حیثیت اور پیر کا اس کے ساتھ تعلق بتانے کے لئے اشارتاً ایک اقتباس درج کرتے ہیں۔ پیر ریاض گوہر روحانی سفر کے ص ۳۵ میں لکھتا ہے کہ:

"محرم کی ۹ تاریخ ہے مستانی نے مجھے بلایا اور حضرت امام حسین کی یاد میں گلے لگا کر رونا شروع کر دیا۔ اس واقعہ کے بعد میں اور مستانی پہلے سے بھی زیادہ قریب ہو گئے...... کبھی کبھی اس مستانی کی آنکھوں میں عجیب سی مستی چھا جاتی۔ پھر مختلف اداؤں سے باتیں کرتی' سیاہ چہرے کو آٹے سے سفید کرتی۔ لڑکیوں کی طرح اتراتی' کبھی میرے ہاتھ کو پکڑ کر سینے سے لگاتی اور کبھی ناچنا شروع ہو جاتی۔" (روحانی سفر ص ۳۵)

بے حیاء عورت مستانی کے ساتھ ایسے الٹے سیدھے کاموں میں پیر نے تین سال کا عرصہ گزار دیا اور......

تین سال مستانی محبوبہ کے ساتھ گزار دینے کے بعد

جب پیر کامل بن کر ریاض گوہر نے جنگل کو چھوڑ دیا اور آبادی میں آگئے تو عرصہ گزرنے کے باوجود بھی مستانی کی یاد گاہے بگاہے اس کو ستاتی رہی۔

پیر صاحب آپ کا دعویٰ ہے کہ آپ کا دل ٹک ٹک کی جگہ اللہ اللہ کرتا ہے۔ جبکہ ہمارا دعویٰ ہے کہ آپ کے دل میں مستانی کی یاد کی ٹک ٹک جاری رہتی ہے اور ساتھ ہی مستانی کی یاد کا طوفان بھی اٹھتا رہتا ہے۔ آپ دوسرے کے دل میں اللہ کیسے بٹھا سکتے ہیں۔ جبکہ آپ کے اپنے دل میں مستانی سمائی ہوئی ہے۔ ایسے ہی ایک موقع کے متعلق آپ کہتے ہیں:

" آج لطیف آباد میں پھر مستانی کا خیال آیا' اور چاہا کہ اس کو اپنے پاس رکھ لوں تاکہ اسے بھی راہ راست مل جائے۔ پھر خیال ہوا' ایسا نہ ہو میری بیوی کو بھی سوالن بنا دے اور خیال ترک کر دیا لیکن تھوڑے دنوں کے بعد پھر اس کی یاد ستائی کہ اس نے بھی کچھ دن خدمت کی ہے' اسے بھی کچھ نہ کچھ صلہ ملنا چاہئے۔ سیہون شریف' بھٹ شاہ' جئے شاہ نورانی سب جگہ اس کا پتہ کیا مگر اس کا کہیں بھی سراغ نہ ملا کیونکہ میں حلیہ سے اس کا پتہ کرتا' کچھ اسے مستانی اور کچھ لاہوتن کے نام سے پکارتے تھے۔" (روحانی سفر ص ۴۴)

قارئین خود ہی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ایسا شخص اولیاء الشیطان میں سے ہو سکتا ہے یا اولیاء الرحمٰن میں سے۔ اس کے باوجود بہت سے جاہل طبقے کے افراد اس کے پیچھے لگ گئے ہیں۔

مستانی محبوبہ کون تھی؟

اب ہم آپ کو یہ بھی بتاتے جائیں کہ مستانی محبوبہ کی حقیقت کیا ہے اور وہ کون تھی نیک تھی یا بد تھی کیا تھی؟ کیونکہ پیر ریاض نے اس کو بعض مقامات پر ولیہ کے روپ میں پیش کیا ہے' جہاں وہ غیب تک کی خبریں بتاتی نظر آتی ہے۔ تو لیجئے پیر گوہر نے اپنی کتاب میں ایک جگہ خود ہی اپنی محبوبہ کی اصلیت کا بھانڈا پھوڑ ڈالا ہے کہ ان کی مستانی محبوبہ کس کردار کی مالک تھی۔ پیر ریاض گوہر کہتا ہے:

"مستانی نے گلے میں تسبیحاں لٹکائیں' ہاتھوں میں کشکول لیا' کندھوں پر رلی اور کمر میں کوڈی جھالی اور پیدل سفر کو تیار ہو گئی۔ جاتے وقت مجھ سے مصافحہ کیا اور گلے سے لگایا اور رو رو کر کہنے لگی:

"کبھی کبھی خاص حالتوں میں ہمیں بھی یاد رکھنا۔"

میں نے پوچھا تیرا گھر بار' ماں' باپ یا رشتہ دار کہاں رہتے ہیں؟ کہنے لگی مجھے خبر نہیں۔ اتنا یاد ہے کہ لاہور شہر میں اپنے خاندان کے ساتھ کسی جگہ رہتی تھی۔ ماں کا پیار بھی تھوڑا تھوڑا یاد ہے۔ چھوٹی ہی عمر میں کوئی شخص مجھے اٹھا کر لے آیا' شکارپور میں ایک طوائف کے ہاتھوں فروخت کر دیا۔ اس طوائف نے مجھے ماں کا پیار دیا مکمل نگرانی میں

باقی صفحہ

بقیہ:- البانیہ میں اسلامی بیداری

عمل میں آچکی ہے جبکہ ملک کے گوشہ گوشہ میں بہت سی عالیشان مساجد زیر تعمیر ہیں۔ صرف البانیہ کی راجدھانی ترانہ میں ۱۵۰۰ طلباء مختلف دینی مدارس و مکاتب میں زیردرس ہیں جبکہ سینکڑوں طلباء ترکی، عرب اور دیگر اسلامی ممالک کی عظیم درسگاہوں اور یونیورسٹیوں میں اعلیٰ تعلیم کے حصول میں منہمک ہیں۔ علماء آئمہ مساجد یورپ کے اس چھوٹے سے ملک میں خدمت دین و اشاعت اسلام اور دعوت و تبلیغ میں پوری طرح سرگرم ہیں۔ ان کا نصب العین بہت عالی اور عزم و حوصلہ انتہائی بلند ہے۔ جامع مسجد ترانہ (البانیہ کی راجدھانی) کے امام حسن خلق کا کہنا ہے کہ

"ہمارا بنیادی مقصد لانی اسلامی ثقافت و تہذیب اور اسلامی تعلیمات کے ذریعہ یورپ سے قریب ہونا ہے۔"

عوام میں اسلامی احکام و تعلیمات کی بجاآوری اور اسلامی تہذیب سے وابستگی کی لہر پورے ملک میں پائی جاتی ہے۔ عورتیں عموماً اسلامی لباس اور پردے کا استعمال کررہی ہیں یہاں تک کہ عام طور پر دس بارہ سال کی لڑکیاں بھی بے حجاب نظر نہیں آتیں جس کا اندازہ ہم بارہ سالہ "ماجیونالورا" کے ان الفاظ سے بخوبی کرسکتے ہیں۔ اس کا کہنا ہے کہ

"ہمارا خدا پر ایمان ہے اور ہم اسی پر بھروسہ رکھتے ہیں ہمیں اسلامی لباس اور پردہ کے استعمال پر کسی نے مجبور نہیں کیا بلکہ میرا اپنا یہ خیال ہے کہ مسلم خواتین کیلئے اسلامی شعار اور اس کے احکام کی بجاآوری ضروری ہے اور اسی میں ان کی عزت بھی ہے گو کہ ہمارے اہل خاندان اسلامی تعلیمات سے عدم واقفیت کی بنا پر زیادہ دیندار نہیں لیکن اب ہم سب لوگ دینی تعلیم کے حصول کیلئے پابندی سے مکتب جاتے ہیں اور جو چیز ہم کو معلوم ہوجاتی ہے اس پر عمل کرتے ہیں اور ہر روز قرآن کی تلاوت کرتے ہیں۔"

یورپ کے پراگندہ ماحول اور مغربی تہذیب کے اس تیرہ و تاریک دور میں خود قلب یورپ میں اسلامی تہذیب کی یہ روشن شعاعیں خورشید ہدایت کے طلوع ہونے کا پیغام دیتی ہیں اور مسلمانوں کی سب سے بڑی کامیابی کی علامت ہیں گو کہ بعض ممالک میں مسلمانوں کی موجودہ حالات مایوس کن اور قابل تشویش ہے لیکن اس کے برعکس دوسرے ممالک میں ایسے حالات انتہائی قابل مسرت اور امید افزا ہیں گویا آج مسلمانوں کی صورتحال کا جائزہ لے کر اقبال کی زبان میں ہم بخوبی کہہ سکتے ہیں۔

جہاں میں اہل ایماں صورت خورشید جیتے ہیں
اِدھر ڈوبے اُدھر نکلے اُدھر ڈوبے اِدھر نکلے

جبار کارپیٹس

ڈیلرز

زینت کارپٹ ● مون لائٹ ● پاک پنجاب کارپٹ
یونائیٹڈ کارپٹ ● ویلنس کارپٹ ● اولمپیا کارپٹ

PH:6646888 - 6647655
FAX:092-21-521503

مساجد کیلئے خاص رعائت

سی۔این آر ایونیو نزد جہانگیری پوسٹ آفس بلاک جی
برکات حیدری نارتھ ناظم آباد

قادیانی مذہب کا انسائیکلوپیڈیا
مجلس تحفظِ ختمِ نبوت کی بلند پایہ علمی پیشکش

قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ

ایک مختصر رسالہ سے ۱۱۶۴ صفحات کی ضخیم تالیف کیسے وجود میں آئی

مؤلف کے قلم سے
مرحلہ وار تعارف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تعارف

الحمد للہ ! کتاب قادیانی مذہب کا ایڈیشن ششم شائع ہو گیا اور ایڈیشن پنجم کے مقابل اس میں جدید اقتباسات بتعداد کثیر اضافہ ہوئے جن سے مباحث بہت واضح اور محکم ہو گئے۔ کتاب کا حجم بھی کافی بڑھ گیا۔ بنا براں ایڈیشن ششم کا مقدمہ جو بجائے خود ایک مختصر مگر جامع تالیف ہے' علیحدہ شائع ہوا اور خود کتاب بھی دو حصوں میں شائع ہو رہی ہے۔ حاصل کلام یہ کہ کتاب نے ایڈیشن ششم میں مستقل شکل اختیار کر لی ہے اور آئندہ ایڈیشنوں میں مزید ردو بدل اور اضافوں کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ تالیف ہر طرح مکمل ہو گی۔

بایں ہمہ قادیانیت کے معلومات جو بصرف کثیر اور محنت شاقہ وسیع مطالعہ سے فراہم کیے گئے' صدہا اقتباسات درج ہو جانے کے بعد بھی ان کا کچھ ذخیرہ باقی رہ گیا ہے۔ احباب کا خیال بلکہ اصرار ہے کہ یہ ذخیرہ بھی محفوظ ہو جانا ضروری ہے کہ اس کا دوبارہ دستیاب ہونا محال ہے۔ چنانچہ ممکن ہے کہ آئندہ کسی موقعہ پر مقدمہ قادیانی مذہب کی طرح ایک تتمہ قادیانی مذہب بھی جداگانہ شائع ہو جو تقطیع اور حجم میں مقدمہ کے مماثل ہو گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

صدہا اقتباسات جو کتاب میں شریک ہیں' اکثر و بیشتر صرف ایک ایک جگہ درج ہیں۔ بعض بعض کا کوئی جزو دوسری جگہ بھی درج ہے اور معدودے چند اقتباسات ایسے ہیں جو موقع و محل کی ضرورت سے مکرر بھی درج ہیں۔ چنانچہ نقل اول میں ایسی چند مثالیں موجود ہیں مگر فی الجملہ بہت کم ہیں۔ مزید صراحت یہ کہ ایڈیشن ششم میں جو نئے عنوانات اضافہ ہوئے' ان کے ساتھ جدید کا سرحرف (ج) درج ہے اور علیٰ ہذا سابقہ عنوانات کے تحت جو نئے اقتباسات اضافہ ہوئے' ان کے ساتھ مزید کا سرحرف (م) درج ہے تاکہ بیک نظر اضافوں کا اندازہ ہو جائے۔

حتی المقدور اقتباسات کے حوالوں میں صحت کا اہتمام رکھا گیا۔ تاہم ایک دشواری جو قادیانی کتب کے حوالوں میں پیش آتی ہے' مغالطہ کا باعث ہو سکتی ہے۔ مثلاً خود مرزا غلام احمد قادیانی صاحب کی کتابوں کو لیجئے۔ اربعین جو ایک مشہور تالیف ہے' اس کے ایک مقام کا حوالہ خود مرزا قادیانی صاحب نے (کتاب اربعین نمبر (۴) ص ۱۹) لکھا ہے۔ دیکھو (تتمہ الوحی ص ۱۴۳) جہاں مرزا صاحب کو حیض آنے کا ذکر ہے) چنانچہ ہم نے بھی وہی حوالہ ص ۱۹ لکھ دیا لیکن اربعین نمبر (۴) کے ایڈیشن سو میں وہ مقام ص ۹۷ پر پہنچ گیا۔ وجہ یہ کہ اربعین کے چار حصے ہیں۔ شروع کے ایڈیشنوں میں ہر حصہ کے صفحات جداگانہ درج ہوئے اور بعد کو وہ مسلسل درج ہونے لگے۔ لامحالہ حوالہ کے صفحات میں بڑا فرق پڑ گیا۔ چنانچہ اربعین ہی میں نمونۃً صفحات کا فرق ملاحظہ ہو۔ اربعین نمبر (۳) صفحہ ۳۰' ۴۳' ص ۳۸' ۴۹' علیٰ ہذا اربعین نمبر (۴) صفحہ ۷' ۸۳' ص ۲۱' ۹۰' ص ۱۷' ۹۳ قس علیٰ ہذا۔

ایک دوسری کتاب "تحفہ گولڑویہ" کو لیجئے۔ اس کے صفحات کا بھی یہی حال ہے۔ پہلے اور بعد کے ایڈیشنوں کا فرق ملاحظہ ہو۔ ص ۹۳' ۱۵۲' ص ۹۹' ۱۵۶' ص ۹۹' ۱۶۳' علیٰ ہذا۔ تیسری کتاب ازالہ اوہام میں بھی صفحات کا فرق نمایاں ہے۔ مثلاً ص ۲۵' ۵۶' ص ۳۲' ۷۵' ص ۳۴' ۷۷' ص ۲۸' ۵۰۹' ص ۲۸۲' ۹۹ وغیرہ الی اصل قادیانی کتابوں کے حوالوں میں اکثر پیچیدگی رہتی ہے کہ طباعت میں صفحات کا ملحدر آمد بدلتا رہتا ہے۔ ممکن ہے ناواقفوں کو بصورت ضرورت حوالوں کی تلاش میں حیرانی و سرگردانی پیش آئے۔ مغالطہ ہو' اس لیے صراحت ضروری سمجھی گئی۔

اس تالیف میں جو کتابیں وغیرہ پیش نظر ہیں اور جن سے اقتباسات لیے گئے' ان کی مجموعی تعداد ڈیڑھ سو کے قریب ہے' جن میں مرزا غلام احمد قادیانی صاحب کی کتابیں چالیس سے زیادہ شامل ہیں اور جملہ قادیانی کتابوں کی تعداد سوا سو کے قریب ہوتی ہے۔ باقی کچھ کتابیں مسلمانوں کی شریک ہیں۔ چنانچہ پانچویں ضمیمہ میں حوالہ کی کتابوں کی فہرست درج ہے۔

ایڈیشن پنجم کے مقابل ایڈیشن ششم جو دو حصوں میں شائع ہو رہا ہے' اس کی مختصر صراحت ضروری معلوم ہوتی ہے۔ وہ یہ کہ سابق کی فصل تیرہویں' فصل نویں کے بعد ہی فصل دسویں کی حیثیت سے درج ہوئی ہے جس سے مباحث کی مجانست میں اصلاح ہو گئی۔ لا محالہ دسویں فصل ایک درجہ آگے بڑھ کر گیارہویں فصل قرار پائی۔ علیٰ ہذا گیارہویں' بارہویں اور بارہویں تیرہویں فصل کہلائی۔ حتیٰ کہ چودھویں فصل سے سلسلہ مل گیا۔ مذکورہ اصلاح ترتیب کے سوا تقسیم کی صورت یہ کہ حصہ اول میں پانچ تمہیدیں اور پہلی دس فصلیں اور حصہ دوم میں آخری دس فصلیں اور پانچ ضمیمے شامل ہیں۔ دونوں حصے تقریباً مساوی ہیں۔

غرض کہ ایڈیشن ششم میں کافی اصلاح و ترقی ہوئی۔ یہ ایڈیشن مولوی محمد اشرف صاحب' تاجر کتب لاہور نے اپنے اہتمام سے شائع کیا ہے۔ دین کی کتابوں میں ان کی حوصلہ مندی قابل نظیر ہے۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا کرے۔ (آمین)

بیت السلام' سیف آباد' حیدر آباد دکن — معروضہ

۱۵ محرم ۷۰ھ — خادم محمد الیاس برنی

والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم خاتم النبیین رحمۃ للعالمین و بالمومنین روف رحیم○

تمہید اول

اللہ جل شانہ کا فضل و کرم ہے کہ اس پر آشوب زمانے میں حیدر آباد فرخندہ بنیاد حب نبی اور عظمت رسول کا مسکن و مامن بنا ہوا ہے اور کیوں نہ ہو کہ جو یہاں امیر المومنین ہے' وہ سب سے بڑھ کر فدائے سید المرسلین ہے۔ سبحان اللہ ۔

شہ ملک رسالت صاحب تاج و سریر آمد — ضیا بار و جہاں افروز چوں مہر منیر آمد
امین و خازن رحمت' مکین و شافع امت — وزیر و رازدار نائب رب قدیر آمد
رسول ہاشمی خیر الوریٰ' صل علیٰ احمد — کریم' صادق' نور' نذیر و البشیر آمد
چہ نوری قطعۂ کہ مازاغ البصر اول بشان او — ز قلب پر صفا وزدیدۂ حق بیں بصیر آمد
خوشا تطہیر برحق' کہ بہر ما گنہگاراں — رؤف الرحیم آمد کفیل و النصیر آمد
نہ ماند تا حجابے جلوۂ روئے حقیقت را — بہ کشف رموز غیب علام و خبیر آمد

بنام آں شہ لولاک صد جان و دلم قرباں
کہ شاں از منقبل بر مسلماناں آمیر آمد

چنانچہ ماہ ربیع الاول شریف میں جس اہتمام و احترام سے میلاد مبارک کے شاندار جلسے حیدر آباد میں منعقد ہوئے اور ہوتے ہیں' ہندوستان میں ان کی نظیر کم تر مل سکتی ہے۔ اول تو ماشاء اللہ خود یہاں اچھے سے اچھے علماء و مشائخ اور واعظ موجود ہیں۔ مزید برکت یہ کہ دور دور سے نامور اور ممتاز عالم واعظ اس زمانے میں یہاں تشریف لاتے ہیں اور اپنے علم و عقیدت کے گوہر لٹاتے ہیں۔ حاضرین اپنے دامن ایمان گلہائے عقیدت سے بھر لے جاتے ہیں اور سب اپنی اپنی مرادیں پاتے ہیں۔ بڑے بڑے جلسوں میں خود اعلیٰ حضرت شاہ دکن خلد اللہ ملکہ اخوت اسلامی سے شرکت فرماتے ہیں اور عام و خاص کو عظمت رسالت کے آداب سکھاتے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ اپنے تاجدار کم تر نظر آتے ہیں۔

من جملہ بڑے مرکزی جلسوں کے ایک جلسہ میلاد مبارک کا علامہ مفتی نور الضیاء الدین نواب' ضیاء یار جنگ بہادر کی سرگرمی اور صدارت میں بمقام بادشاہی عاشور خانہ منعقد ہوتا ہے۔ علماء اور مشائخ خصوصیت سے اس میں جمع ہوتے ہیں۔ اس ناچیز ہیچمدان کو بھی اس جلسے میں چند سال سے بہ تعمیل فرمائش تقریر کرنے کی سعادت حاصل ہوتی ہے۔ چنانچہ امسال بھی بتاریخ ۲۰ ربیع الاول ۵۲ھ یوم جمعہ جلسہ منعقد ہوا اور خلاف معمول اس ناچیز کے مشورے بلکہ اطلاع کے بغیر "ختم نبوت" کا عنوان مقرر کر دیا گیا۔ صرف ایک روز قبل اپنے کو پتہ چلا۔ بہرحال بڑے مجمع کے روبرو شب کو تقریر ہوئی۔ اپنی بے بضاعتی تو معلوم ہے' خدا کی شان کہ تقریر کام کر گئی۔ دلوں میں اتر گئی۔ اگرچہ کوئی فرقہ خصوصیت سے مخاطب نہ تھا۔ تاہم قادیانی صاحبان کو تشویش ہوئی کہ ان پر کاری زد پڑی۔ چنانچہ جلد از جلد ان کی طرف سے ایک رسالہ "ختم نبوت اور جناب پروفیسر الیاس برنی" کے عنوان سے شائع ہوا اور اس میں کافی تنقیص کے باوجود تقریر کے اثر کا اعتراف کرنا پڑا کہ "مقرر کی اپنی وجدانی بے اصل تقریر اس قابل نہ تھی کہ ہم اس پر کچھ خامہ فرسائی کرتے لیکن اسلامی پبلک میں سے اکثروں نے ہم سے سوالات کی بھرمار شروع کر دی جس کے لحاظ سے مناسب معلوم ہوا کہ ہم مختصراً کچھ عام فہم دلائل ختم نبوت کی حقیقت پر لکھ دیں"۔ اس رسالہ کی اشاعت کے بعد ہی کئی جلسے بھی ہوئے۔ نامور قادیانی واعظ دور دور سے بلائے گئے۔ ختم نبوت کے مختلف پہلوؤں پر خوب تقریریں ہوئیں' تردیدیں ہوئیں۔ پھر کچھ تبلیغی رسالے بھی قادیان سے منگا کر تقسیم کئے گئے۔ غرض کہ خوب تالیاں رہیں۔

قادیانی صاحب کی یہ غیر معمولی یورش اور سرگرمیاں دیکھ کر بالآخر مسلمانوں میں بھی توجہ اور حرکت پیدا ہوئی۔ تحقیق کا شوق پھیلا۔ چنانچہ مذکورہ بالا رسالہ کے جواب میں "ختم نبوت" کے مسئلہ پر مسلمانوں کی طرف سے بھی رسالے نکلنے شروع ہوئے۔ ایک رسالہ "ثبوت ختم نبوت" کے عنوان سے من جانب مجلس الواعظین سید ابو الحسنات مولوی شجاع الدین علی صاحب صوفی قادری نے شائع کیا۔ دوسرا رسالہ قادیانی جماعت کے شائع کردہ ٹریکٹ کا مدلل جواب قاری محمد تاج الدین صاحب قادری نے شائع کیا۔ ان دونوں سے بڑھ کر مفصل جواب "ہدایۃ الرشید للغوی المرید" کے عنوان سے سید محمد حبیب اللہ صاحب قادری (عرف رشید بادشاہ) نے شائع کیا۔ علیٰ ہذا ایک رسالہ "تکذیب مرزا صاحب بہ زبان مرزا صاحب" ان کے بھائی سید ولی اللہ صاحب (عرف حبیب بادشاہ) نے شائع کیا۔ ختم نبوت کے اثبات میں ایک رسالہ مولوی سید درویش محی الدین صاحب قادری نے بھی شائع کیا لیکن اس سلسلے میں سب سے مدلل اور جامع رسالہ "آواز حق" نکلا جو مولانا محمد بدر عالم صاحب میرٹھی' استاذ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کا علمی کرشمہ ہے اور جو مولوی فخر الدین رازی صاحب کی سعی سے حیدر آباد میں شائع ہوا۔

رسالوں کے علاوہ کچھ دو ورقے بھی نکلے' مثلاً "ختم نبوت کے متعلق سیکرٹری صاحب جماعت احمدیہ کا صریح مغالطہ"۔ اس عنوان سے عزیزم میاں سید محمود موسوی القادری سلمہ نے ایک دو ورقہ شائع کیا۔ علی ہذا "قادیانی جماعت کی دعوت قادیانیت پر ہمارے استفسارات" اس عنوان سے بھی ایک دو ورقہ قاری محمد تاج الدین قادری نے شائع کیا۔ "مرزائیوں کے عقاید" اس عنوان سے بھی ایک دو ورقہ باجازت حضرت مولانا مولوی محمد عبدالقدیر صاحب صدیقی القادری مسلمانان حیدر آباد کی طرف سے شائع ہوا اور بہت مقبول رہا۔ اس کے سوا اخبار اور رسالوں میں بھی مضامین نکلے۔ چنانچہ "خاتم النبیین" کے عنوان سے الحاج ابوالحسن محمد خیر اللہ صاحب سنوی القادری نے "ختم نبوت" کے عنوان سے مولانا یحییٰ شاہ صاحب نظامی نے اور "خاتم الانبیاء" کے عنوان سے قاری محمد تاج الدین صاحب قادری نے مقامی اخبار "رہبر دکن" اور رسالہ خلیق میں سلسلہ وار مضامین شائع کیے۔ جلسوں اور صحبتوں میں بھی تذکرے پھیل گئے۔ غرض کہ خدا کے فضل سے بیداری پیدا ہوگئی اور غفلت میں جو نقصان پہنچ رہا تھا' اس کا اندیشہ آئندہ کے واسطے رفع ہوگیا۔ فالحمدللہ علی احسانہ۔

مذہبی بحث و مباحثہ علماء کا کام ہے۔ اپنے واسطے اپنا ایمان کافی ہے۔ واللہ اعلم کیا مصلحت الٰہی تھی کہ بلا اجازت' بلا مشورہ' بلا اطلاع مسلمانوں نے اس ناچیز کو اس بحث پر کھڑا کر دیا اور پھر قادیانی صاحبان نے اس میں زبردستی گھسیٹ لیا۔ چنانچہ تقریر کی شب کو جلسہ ختم ہوتے ہی قادیانی صاحبان کے نمائندے نے آ کر تبادلہ خیالات کے نام سے مناظرے کی دعوت دی' لیکن عذر کر دیا کہ اپنا یہ منصب نہیں ہے۔ اس کام کے واسطے علمائے کرام کی طرف رجوع کیا جائے تو مناسب ہے۔ واقعہ ہے کہ ہم جیسے جدید تعلیم یافتہ نوجوانوں کے اسلامی خیالات سننے کا لوگوں کو خود یہ خود اشتیاق ہے ورنہ علماء اور مشائخ کے مقابل ہماری معلومات کی کیا حقیقت ہے لیکن یہ عذر قبول نہیں ہوا۔ اول تو تقریر کی تردید میں رسالہ نکلا' جس کا ذکر اوپر آ چکا ہے اور اس کے آخر میں ہم کو اعراض کا الزام بھی دیا گیا۔ چنانچہ اس رسالہ کے ختم پر لکھتے ہیں کہ "ہمارے ایک نمائندے نے جو جلسہ میلاد النبی حذکرہ میں شریک تھا' پروفیسر الیاس برنی صاحب سے اسی سلسلہ پر تبادلہ خیالات کی دعوت دی تھی لیکن صاحب موصوف نے اپنی عدیم الفرصتی کا عذر کیا اور فرمایا کہ علمائے کرام سے رجوع فرمایا جائے۔ یہ جواب قابل غور ہے"۔ اس بیان سے شاید ہماری کم ہمتی اور بے چارگی کا اعلان مقصود ہو۔ مضائقہ نہیں۔

خدا شرے برانگیزد کہ خیرے مادراں باشد

بہرحال اس رسالے کے شائع ہونے پر خیال ہوا کہ اسی سلسلے میں علمی تحقیقات کے طور پر قادیانی مذاہب کا دوسرا رخ جو بالعموم نظروں سے مخفی رہتا ہے' نمایاں کر دیا جائے تو خوب۔ اس کی نوعیت کا صحیح اندازہ ہو جائے اور مغالطہ کی بھی گنجائش نہ رہے۔ واقعہ یہ ہے کہ قادیانی مذہب کا ایک بڑا اصول ہے' جس سے عام تو کیا' خاص لوگ بھی بے خبر ہیں۔ وہ یہ کہ جناب مرزا غلام احمد قادیانی صاحب کی مذہبی زندگی کے دو دور ہیں۔ پہلے دور میں تو وہ انکسار جتاتے ہیں۔ خوب خوش اعتقاد اور عقیدت مند نظر آتے ہیں۔ انبیاء' اولیاء سب کو اپنا بڑا مانتے ہیں۔ سب کی عظمت کرتے ہیں' اتباع کا دم بھرتے ہیں۔ چنانچہ ملاحظہ ہو:

"السلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ! آپ کا والا نامہ پہنچا۔ خداوند کریم آپ کو خوش و خرم رکھے۔ آپ دقائق متصوفین میں سوالات پیش کرتے ہیں اور یہ عاجز مفلس ہے۔ محض حضرت ارحم الراحمین کی ستاری ہے۔ اس ہیچ اور ناچیز کو مجلس صالحین میں فروغ دیا ہے۔ ورنہ من آنم کہ من دانم کاروبار قادر مطلق سے سخت حیرانی ہے کہ نہ عابد نہ عالم نہ زاہد کیوں کر اخوان مومنین کی نظر میں بزرگی بخشتا ہے۔ اس کی عنایات کی کیا ہی بلند شان ہے اور اس کے کام کیسے عجیب ہیں۔

پسندیدہ گانے بجانے رسند

نا کنتر الشی چہ آمد پسند!"

(مرزا غلام احمد قادیانی صاحب کا مکتوب نمبر۸' بنام میر عباس علی شاہ صاحب' مندرجہ مکتوبات احمدیہ' جلد اول' ص ۱۰)

"میرا کوئی دین بجز اسلام کے نہیں اور میں کوئی کتاب بجز قرآن کے نہیں رکھتا اور میرا کوئی پیغمبر بجز محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نہیں جو کہ خاتم النبیین ہے۔ جس پر خدا کی بے شمار رحمتیں اور برکتیں نازل کی ہیں اور اس کے دشمنوں پر لعنت بھیجی ہے۔ گواہ رہو کہ میرا تمسک قرآن شریف ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث جو کہ چشمہ حق و معرفت ہے' میں پیروی کرتا ہوں اور تمام باتوں کو قبول کرتا ہوں جو کہ اس خیر القرون میں باجماع صحابہؓ صحیح قرار پائی ہیں۔ نہ ان پر کوئی زیادتی کرتا ہوں' نہ ان میں کوئی کمی اور اسی اعتقاد پر میں زندہ رہوں گا اور اسی پر میرا خاتمہ اور انجام ہوگا اور جو شخص ذرہ بھر بھی شریعت محمدیہ میں کمی بیشی کرے' یا کسی اجماعی عقیدے کا انکار کرے' اس پر خدا اور فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہو"۔ (ترجمہ)

(مرزا غلام احمد قادیانی صاحب کا مکتوب عربی بنام مشائخ ہند' مندرجہ انجام آتھم' ص ۴۳' روحانی خزائن ص ۱۴۳' ۱۴۴' ج ۱۱' مصنفہ مرزا صاحب موصوف)

"میں ان تمام امور کا قائل ہوں جو اسلامی عقائد میں داخل ہیں اور جیسا کہ اہل سنت جماعت کا عقیدہ ہے۔ ان سب باتوں کو مانتا ہوں' جو قرآن اور حدیث کی رو سے مسلم الثبوت ہیں اور سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں۔ میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ختم ہوگئی...... اس میری تحریر پر ہر ایک شخص گواہ رہے"۔

(اعلان مورخہ ۲ اکتوبر ۱۸۹۱ء مندرجہ تبلیغ رسالت' جلد دوم' ص ۲۰' مجموعہ اشتہارات ص ۲۳۰' ۲۳۱' ج ۱' از مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

"ہم اس بات کے لیے بھی خدائے تعالیٰ کی طرف سے مامور ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا تعالیٰ کا سچا اور پاک اور راست باز نبی مانیں اور ان کی نبوت پر ایمان لاویں۔ سو ہماری کسی کتاب میں کوئی ایسا لفظ بھی نہیں ہے جو ان کی شان بزرگ کے برخلاف ہو"۔

(ایام صلح' ٹائٹل ص ۲' روحانی خزائن' ص ۲۲۸' ج ۱۴' مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی)

"ہم اس بات پر بھی ایمان رکھتے ہیں کہ جو راست باز اور کامل لوگ شرف صحبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشرف ہو کر تکمیل منازل سلوک کر چکے ہیں' ان کے کمالات کی نسبت بھی ہمارے کمالات اگر ہمیں حاصل ہوں' بطور ظل کے واقع ہیں اور ان میں بعض ایسے جزئی فضائل ہیں' جو اب ہمیں کسی طرح حاصل نہیں ہو سکتے۔"

(ازالہ اوہام' ص ۱۳۸' روحانی خزائن' ص ۱۷۰' ج ۳' مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی)

"میرے لیے یہ کافی فخر ہے کہ میں ان لوگوں (صحابہؓ) کا مداح اور خاک پا ہوں' جو جزئی فضیلت خدائے تعالیٰ نے انہیں بخشی ہے' وہ قیامت تک کوئی اور شخص نہیں پا سکتا۔ کب دوبارہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں پیدا ہوں اور پھر کسی کو ایسی خدمت کا موقع ملے جو جناب شیخین علیہما السلام کو ملا۔"

(اعلان مرزا غلام احمد قادیانی صاحب' مندرجہ اخبار الحکم' قادیان' اگست ۱۸۹۹ء' ملفوظات ص ۳۲۶' ج ۱' طبع ربوہ)

"غرض وہ تمام امور جن پر سلف صالحین کو اعتقادی اور عملی طور پر اجماع تھا اور وہ امور جو اہل سنت کی اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں' ان سب کا ماننا فرض ہے اور ہم آسمان اور زمین کو اس بات پر گواہ کرتے ہیں کہ یہی ہمارا مذہب ہے۔"

(ایام صلح' ص ۸۶' روحانی خزائن' ص ۳۲۳' ج ۱۴' مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

لیکن دوسرے دور میں حالت بالکل برعکس ہے۔ اول تو علانیہ نبی بن جاتے ہیں۔ پھر بڑھتے بڑھتے تقریباً تمام انبیاء و مرسلین سے صراحتاً "یا کنایتاً" بڑھ جاتے ہیں۔ بڑے سے بڑے دعوے زبان پر لاتے ہیں۔ اچھے اچھوں کو نظروں سے گراتے ہیں اور اپنے واسطے انتہائی عقیدت کے طالب نظر آتے ہیں۔ دونوں حالتوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ قادیانی صاحبان اپنی تبلیغ میں تمام تر دور اول کی خوش عقیدگیاں پیش کرتے ہیں اور ان میں کافی تراوٹ ہے۔ ناواقف اور رواداری مسلمان ان کی خوش عقیدگیوں سے خوش ہو کر خود ان کی عقیدت میں پھنس جاتے ہیں اور جب اچھی طرح متاثر ہو کر قابو میں آ جاتے ہیں تو وہ ان کو دور دوم کے اعتقادات پر لاتے ہیں' جو چاہتے ہیں' منواتے ہیں۔ ایمان کی خوب گت بناتے ہیں۔ قادیانی تبلیغ کا یہ بڑا گر ہے۔ اچھے اچھے بے خبر ہیں۔ تحقیق کیجئے تو پتہ چلتا ہے کہ ہاتھی کے دانت کھانے کے اور ہیں' دکھانے کے اور۔

مرزا صاحب کے مذہب کے دونوں دور خود ان کے صاحبزادے میاں محمود احمد صاحب موجودہ خلیفہ قادیان اپنی کتاب القول الفصل میں یوں واضح فرماتے ہیں:

"غرض کہ مذکورہ بالا حوالہ سے صاف ثابت ہے کہ تریاق القلوب کی اشاعت تک (جو کہ اگست ۱۸۹۹ء) سے شروع ہوئی اور اکتوبر ۱۹۰۲ء میں ختم ہوئی) آپ کا عقیدہ یہی تھا کہ آپ کو حضرت مسیح پر جزوی فضیلت ہے اور یہ کہ آپ کو جو نبی کہا جاتا ہے تو یہ ایک قسم کی جزوی نبوت ہے اور ناقص نبوت ہے لیکن بعد میں جیسا کہ نقل کردہ عبارت کے فقرے دو اور تین سے ثابت ہے۔ آپ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے معلوم ہوا کہ آپ ہر ایک شان میں مسیح سے افضل ہیں اور کسی جزوی نبوت کے پانے والے نہیں' بلکہ نبی ہیں۔ ہاں ایسے نبی جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے نبوت ملی۔ پس ۱۹۰۲ء سے پہلے کسی کی تحریر سے حجت پکڑنا بالکل جائز نہیں ہو سکتا۔"

(القول الفصل' ص ۲۴)

بعد کو اس زمانی تقسیم میں کسی قدر ترمیم کی گئی۔ چنانچہ میاں محمود احمد صاحب اپنی کتاب حقیقتہ النبوت میں تحریر فرماتے ہیں:

"اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ۱۹۰۱ء میں آپ نے اپنے عقیدے میں تبدیلی کی ہے اور ۱۹۰۰ء ایک درمیانی عرصہ ہے جو دونوں خیالات کے درمیان برزخ کے طور پر حد فاصل ہے۔ پس..... یہ ثابت ہے کہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کے وہ حوالے جن میں آپ نے نبی ہونے سے انکار کیا ہے' اب منسوخ ہیں اور ان سے حجت پکڑنی غلط ہے۔"

(حقیقتہ النبوۃ' ص ۱۲۱)

مرزا صاحب کی خوش عقیدگیوں کے مضامین تو مسلمانوں کو بہلانے اور پھسلانے کے واسطے قادیانی صاحبان بڑے شد و مد سے شائع کرتے ہیں۔ چنانچہ اسی قسم کا ایک رسالہ "عقائد احمدیہ" کے نام سے حیدر آباد میں بھی شائع ہو چکا ہے۔ خوب سبز باغ دکھایا ہے لیکن دور دوم کے اعتقادات جو قادیانی مذہب کی جان ہیں "روح رواں" ہیں قادیانیوں کا دین و ایمان ہیں' وہ غیروں اور ارادت مندوں کے سامنے بھولے سے بھی بیان میں نہیں آتے۔ وہ دراصل پکے قادیانیوں کا حصہ ہیں۔ بچوں کے واسطے راز سربستہ ہیں۔ اگر کوئی بطور خود کتابوں کا مطالعہ کرے تو قادیانی لٹریچر میں ایک بڑا کمال ہے۔ اس درجہ تکرار' تضاد' ابہام اور التباس ہے کہ اکثر مباحث بھول بھلیاں نظر آتے ہیں۔ عقل حیران اور طبیعت پریشان ہو جاتی ہے۔ جب تک صبر و استقلال کے ساتھ غور و خوض نہ کیا جائے' اصل بات ہاتھ نہیں آتی۔ اسی ضرورت کے مدنظر خود بانی مذہب جناب مرزا غلام احمد قادیانی صاحب اور ان کی امت کے مشہور و مستند اکابر کی کتابوں میں صاف صاف اقتباسات تلاش کر کے وہ مخصوص اعتقادات جو لوگوں سے تقریباً مخفی ہیں' موزوں عنوانات و ترتیب کے تحت اس کتاب میں پیش کرتے ہیں۔ ناظرین خود انصاف فرما لیں کہ یہ مذہب قرآن و اسلام سے کس حد تک تعلق رکھتا ہے اور اس کی حقیقت کیا ہے۔

قادیانی مذہب کے مخصوص عقائد ثلاثہ میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان نہایت اختصار اور وضاحت سے اپنی کتاب آئینہ صداقت میں حسب ذیل بیان فرماتے ہیں۔ عاقل را اشارہ کافی ست:

"یہ تبدیلی عقیدہ مولوی (محمد علی) صاحب تین امور کے متعلق بیان کرتے ہیں۔ اول یہ کہ میں نے حضرت مسیح موعود کے متعلق یہ خیال پھیلایا ہے کہ آپ فی الواقع نبی ہیں۔ دوم یہ کہ آپ ہی آیتہ اسمہ احمد کی پیشگوئی مذکورہ قرآن مجید کے مصداق ہیں۔ سوم یہ کہ کل مسلمان جو بقایا صفحہ ۲۰

البانیہ میں اسلامی بیداری

براعظم یورپ کے وفاق شمالی یوگوسلاویہ کے مشرق میں واقع البانیہ اسلام کا شاندار ماضی رکھتا ہے اور آج بھی وہاں مسلمان اکثریت میں آباد ہیں۔ گو کہ مغربی طاقتوں کی مکارانہ پالیسی اور اشتراکیت کے بڑھتے ہوئے رجحانات نے برسوں قبل انہیں اقتدار سے محروم کر دیا تھا اور مارکسی کمیونسٹ حکومت قائم کر دی تھی جو تاحال برقرار ہے۔ لیکن اپنی تمام تر کوشش کے باوجود ان کے بدن سے روح اسلام جدا نہ کر سکی۔ اس ملک میں آبادی کے اعتبار سے مسلمان بڑی اہمیت کے حامل ہیں، آبادی کا تناسب کچھ اس طرح سے ہے۔ اسی فیصد مسلمان، بقیہ بیس فیصد میں آٹھ فیصد کیتھولک اور بارہ فیصد آرتھوڈوکس عیسائی ہیں۔ یہ علاقہ ۱۴۶۸ء میں ترکی کے خلیفہ سلطان محمود الثانی کے جیالے مجاہدین نے خلافت عثمانیہ کے عہد اقتدار میں فتح کیا تھا اور اس خطہ کے آخری مسلم فرمانروا سید احمد زوغو کے دور حکومت ۱۹۴۵ء تک یہاں مسلمانوں کی حکومت قائم رہی۔ سید احمد زوغو کی حکومت لوٹنے کے بعد انور خورجہ کی قیادت میں ایک عبوری حکومت قائم کر دی گئی اور ۲، دسمبر ۱۹۴۵ء کو عام انتخابات کرائے گئے جس میں اشتراکی رجحانات و نظریات کے حامل امیدوار کامیاب ہوئے۔ جنہوں نے ۱۱، جنوری ۱۹۴۶ء کو البانیہ میں مستقل طور پر مارکسی اشتراکی حکومت قائم کر دی۔

بیسویں صدی عیسوی کی چھٹی دہائی میں پوری دنیا میں پھیلنے والے اشتراکیت کے سیلاب نے مذہب اسلام کو اپنے راستے کا سب سے خطرناک روڑا سمجھا، اسی لئے اشتراکیت نے ہمیشہ اور ہر جگہ اس کو مٹانے کی ناکام مگر انتہائی زبردست کوششیں کیں۔ اسلام کے خلاف اشتراکیت کا یہی خطرناک رول البانیہ میں بھی رہا۔ چنانچہ ۱۹۶۸ء میں البانیہ کے حکمران "انور ہوکسا" نے ایک سرکاری میمورنڈم جاری کر کے اسلامی شعائر کو پامال کرنے کا حکم صادر کر دیا اور مساجد، دینی مدارس، دینی اداروں اور تنظیموں کو غیر قانونی قرار دے کر ان پر پابندی عائد کر دی جس کے نتیجہ میں کئی سالوں تک البانیہ کی فضائیں اذان سننے کیلئے ترس گئیں۔ انور خورجہ کے بعد "رمیز علیا" کی حکومت قائم ہوئی لیکن اس نے بھی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سابقہ حکومت کا ہی موقف اپنایا اور مسلمانوں پر عائد شدہ پابندیاں بحال رکھیں۔ لیکن ان تمام پابندیوں کے باوجود وہاں کے مسلمان اپنی دینی ذمہ داری کی خاطر ہمیشہ احتجاج و مظاہرے اور مسلسل جدوجہد اور کوششیں کرتے رہے جس کی وجہ سے حکومت کو ان کے دینی حقوق کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پڑے۔

مسلمانوں کے جوش و جذبہ اور ان کے اندر روز افزوں بڑھتی ہوئی دینی بیداری کو دیکھ کر "رمیز علیا" کو ان کے مطالبات مان کر ۱۹۹۰ء کو مذہبی آزادی دینی پڑی۔ اس طرح ۲۲ سال بعد البانیہ کی خاموش فضائیں صوت اذان و صدائے تکبیر سے گونج اٹھیں، مساجد میں چہل پہل نظر آنے لگی۔ اسلامی مراکز، مکاتب، درسگاہیں اور تنظیمیں پھر دعوت تبلیغ میں سرگرم عمل ہو گئیں۔ پاکستانی مبلغین کی ایک جماعت نے وہاں پہنچ کر بڑی تیزی سے تبلیغ کا کام شروع کر دیا ہے۔ جس سے مدتوں سے بھٹکے ہوئے مسلمان خصوصاً نئی نسل اپنی اسلامی تہذیب و ثقافت، دینی احکام اور مذہبی روایات سے روشناس ہو رہی ہے اور روز بروز اسلامی تہذیب کے رنگ میں رنگتی جا رہی ہے گو کہ وہاں کی حکمران جماعت اب بھی کمیونسٹ ہی ہے لیکن عوام کی اسلام سے بڑھتی ہوئی دلچسپی کو دیکھ کر ایسا لگتا ہے کہ جلد ہی مسلمان زمام اقتدار پر بھی قابض ہو جائیں گے۔

البانیہ میں روز افزوں اسلامی بیداری کی صورت حال یہ ہے کہ ہر ہر شہر میں آئے دن اسلامی تنظیمیں و ادارے قائم کئے جا رہے ہیں اور دینی مدارس و مکاتب کھولے جا رہے ہیں اب تک سینکڑوں مساجد کی تعمیر

باقی صفحہ ۱۰

قادیانی اسلام اور مسلمانوں کے دشمن ہیں

قادیانی تحریریں
اور شہادتیں

قادیانی صاحبان اور مسلمان سیاست و مملکت

(الف) قادیانی فرقہ

(۱) نیا فرقہ

چونکہ مسلمانوں کا ایک نیا فرقہ جس کا پیشوا اور امام اور پیر یہ راقم ہے' پنجاب اور ہندوستان کے اکثر شہروں میں زور سے پھیلتا جاتا ہے اور بڑے بڑے تعلیم یافتہ مہذب اور معزز عہدہ دار اور نیک نام رئیس اور تاجر پنجاب اور ہندوستان کے اس فرقہ میں داخل ہوتے جاتے ہیں اور عموماً پنجاب کے شریف مسلمانوں کے نوتعلیم یاب جیسے بی۔ اے اور ایم۔ اے اس فرقہ میں داخل ہیں اور داخل ہو رہے ہیں اور یہ ایک گروہ کثیر ہوگیا ہے.... اس لیے میں نے قرین مصلحت سمجھا کہ اس فرقہ جدیدہ اور نیز اپنے تمام حالات سے جو اس فرقہ کا پیشوا ہوں' حضور لیفٹیننٹ گورنر بہادر کو آگاہ کردوں۔

("تبلیغ رسالت" جلد ۷' ص ۷' مجموعہ اشتہارات' ص ۸' جلد ۳)

میں زور سے کہتا ہوں اور میں دعوے سے گورنمنٹ کی خدمت میں اعلان دیتا ہوں کہ باعتبار مذہبی اصول کے مسلمانوں کے تمام فرقوں میں سے گورنمنٹ کا اول درجہ کا وفادار اور جاں نثار یہی نیا فرقہ ہے جس کے اصولوں میں سے کوئی اصول گورنمنٹ کے لیے خطرناک نہیں۔

("تبلیغ رسالت" ص ۱۳' جلد ۷' مجموعہ اشتہارات' جلد ۳' ص ۱۵)

میں گورنمنٹ عالیہ کو یقین دلاتا ہوں کہ یہ فرقہ جدیدہ جو برٹش انڈیا کے اکثر مقامات میں پھیل گیا ہے' جس کا میں پیشوا اور امام ہوں گورنمنٹ کے لیے ہرگز خطرناک نہیں ہے اور اس کے اصول ایسے پاک اور صاف اور امن بخش اور صلح کاری کے ہیں کہ تمام اسلام کے موجودہ فرقوں میں اس کی نظیر گورنمنٹ کو نہیں ملے گی... میرے اصولوں اور اعتقادوں اور ہدایتوں میں کوئی امر جنگ جوئی اور فساد کا نہیں اور میں یقین رکھتا ہوں کہ جیسے جیسے میرے مرید بڑھیں گے' ویسے ویسے مسئلہ جہاد کے معتقد کم ہوتے جائیں گے۔ کیونکہ مجھے مسیح اور مہدی مان لینا ہی مسئلہ جہاد کا انکار کرنا ہے۔

("تبلیغ رسالت" جلد ۷' ص ۱۶-۱۷' مجموعہ اشتہارات' جلد ۳' ص ۱۸)

چوتھی گزارش یہ ہے کہ جس قدر لوگ میری جماعت میں داخل ہیں' اکثر ان میں سے سرکار انگریزی کے معزز عہدوں پر ممتاز اور یا اس ملک کے نیک نام رئیس اور ان کے خدام اور احباب اور یا تاجر اور یا وکلاء اور یا نو تعلیم یافتہ انگریزی خواں اور یا ایسے نیک نام علماء اور فضلاء اور دیگر شرفاء ہیں جو کسی وقت سرکار انگریزی کی نوکری کر چکے ہیں یا اب نوکری پر ہیں یا ان کے اقارب اور رشتہ دار اور دوست ہیں جو اپنے بزرگ مخدوموں سے اثر پذیر ہیں اور یا سجادہ نشینان غریب طبع۔

غرض یہ ایک ایسی جماعت ہے جو سرکار انگریزی کی نمک پروردہ اور نیک نامی حاصل کردہ اور مورد مراحم گورنمنٹ ہیں اور یا وہ لوگ جو میرے اقارب یا خدام میں سے ہیں ان کے علاوہ ایک بڑی تعداد علماء کی ہے جنہوں نے میری اتباع میں اپنے وعظوں سے ہزاروں دلوں میں گورنمنٹ کے احسانات جمادیے ہیں اور میں مناسب دیکھتا ہوں کہ ان میں سے اپنے چند مریدوں کے نام بطور نمونہ آپ کے ملاحظہ کے لیے ذیل میں لکھ دوں۔

("تبلیغ رسالت" جلد ۷' ص ۱۸' مجموعہ اشتہارات' جلد ۳' ص ۲۰)

(۲) خود کاشتہ پودا

میرا اس درخواست سے جو حضور کی خدمت میں مع اسماء مریدین روانہ کرتا ہوں۔ مدعا یہ ہے کہ اگرچہ میں ان خدمات خاصہ کے لحاظ سے جو میں نے اور میرے بزرگوں نے محض صدق دل اور اخلاص اور جوش وفاداری سے سرکار انگریزی کی خوشنودی کے لیے کی ہے۔ عنایت خاص کا مستحق ہوں.... صرف یہ التماس ہے کہ سرکار دولت مدار ایسے خاندان کی نسبت جس کو پچاس برس کے متواتر تجربہ سے ایک وفادار جاں نثار خاندان ثابت کرچکی ہے اور جس کی نسبت گورنمنٹ عالیہ کے معزز حکام نے ہمیشہ مستحکم رائے سے اپنی چٹھیات میں یہ گواہی دی ہے کہ وہ قدیم سے سرکار انگریزی کے پکے خیر خواہ اور خدمت گزار ہیں۔ اس خود کاشتہ پودا کی نسبت نہایت حزم اور احتیاط اور تحقیق اور توجہ سے کام لے اور اپنے ماتحت حکام کو اشارہ فرمائے کہ وہ بھی اس خاندان کی ثابت شدہ وفاداری اور اخلاص کا لحاظ رکھ کر مجھے اور میری جماعت کو ایک خاص عنایت اور مہربانی کی نظر سے دیکھیں۔ ہمارے خاندان نے سرکار انگریزی کی راہ میں اپنے خون بہانے اور جان دینے سے فرق نہیں کیا اور نہ اب فرق ہے۔ لہٰذا ہمارا حق ہے کہ ہم خدمات گزشتہ کے لحاظ سے سرکار دولت مدار کی پوری عنایات اور خصوصیت توجہ کی درخواست کریں تا ہر ایک شخص بے وجہ ہماری آبروریزی کے لیے دلیری نہ کرسکے۔

اب کسی قدر اپنی جماعت کے نام ذیل میں لکھتا ہوں۔

(۱) خاں صاحب نواب محمد علی خان صاحب رئیس مالیر کوٹلہ جن کے خاندان کی خدمات گورنمنٹ عالیہ کو معلوم ہیں' وغیرہ (اس فہرست میں ۳۱۶ مریدوں کے نام درج ہیں—— مؤلف)

(درخواست بحضور نواب لیفٹیننٹ گورنر بہادر دام اقبالہ' منجانب خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان' مورخہ ۲۴ فروری ۱۸۹۸ء مندرجہ "تبلیغ رسالت" جلد ہفتم' ص ۲۰-۱۹' مؤلفہ میر قاسم علی صاحب قادیانی' مجموعہ اشتہارات' ص ۲۰-۲۱-۲۲' جلد ۳)

(۳) یاد رہے

یاد رہے کہ مسلمانوں کے فرقوں میں سے یہ فرقہ جس کا خدا نے مجھے امام اور

پیشوا اور رہبر مقرر فرمایا ہے' ایک بڑا امتیازی نشان اپنے ساتھ رکھتا ہے اور وہ یہ کہ اس فرقہ میں تلوار کا جہاد بالکل نہیں اور نہ اس کی انتظار ہے بلکہ یہ مبارک فرقہ نہ ظاہر طور پر اور نہ پوشیدہ طور پر جہاد کی تعلیم کو ہرگز جائز نہیں سمجھتا۔

(مرزا غلام احمد قادیانی صاحب کا اشتہار' مندرجہ "تبلیغ رسالت" جلد نہم' ص ۸۲' مولفہ میر قاسم علی صاحب قادیانی' مجموعہ اشتہارات' ص ۳۵۷' جلد ۳)

اس جہاد کے بر خلاف نہایت سرگرمی سے میرے پیرو فاضل مولویوں نے ہزاروں آدمیوں میں تعلیم کی ہے اور کر رہے ہیں جس کا بہت بڑا اثر ہوا ہے۔

(مندرجہ "تبلیغ رسالت" جلد ہفتم' حاشیہ' ص ۱۸' مولفہ میر قاسم علی صاحب قادیانی' مجموعہ اشتہارات' ص ۱۹' جلد ۳)

میں نے صدہا کتابیں جہاد کے مخالف تحریر کر کے عرب اور مصر اور بلاد شام اور افغانستان میں گورنمنٹ کی تائید میں شائع کی ہیں۔ کیا آپ نے بھی ان ملکوں میں کوئی ایسی کتاب شائع کی۔ باوجود اس کے میری یہ خواہش نہیں کہ اس خدمت گزاری کی گورنمنٹ کو اطلاع کروں یا اس سے کچھ صلہ مانگوں جو انصاف کی رو سے اعتقاد تھا' وہ ظاہر کر دیا۔

(مرزا غلام احمد قادیانی صاحب کا اشتہار' مندرجہ "تبلیغ رسالت" جلد چہارم' حاشیہ' ص ۳۹' مولفہ میر قاسم علی صاحب قادیانی' مجموعہ اشتہارات' جلد ۲' ص ۱۸۰)

(۴) یہ تو سوچو

میں اس گورنمنٹ کی کوئی خوشامد نہیں کرتا جیسا کہ نادان لوگ خیال کرتے ہیں۔ نہ اس سے کوئی صلہ چاہتا ہوں بلکہ میں انصاف اور ایمان کی رو سے اپنا فرض دیکھتا ہوں کہ اس گورنمنٹ کی شکرگزاری کروں اور اپنی جماعت کو اطاعت کے لیے نصیحت کرتا رہوں۔ سو یاد رکھو اور خوب یاد رکھو کہ ایسا شخص میری جماعت میں داخل نہیں رہ سکتا جو اس گورنمنٹ کے.... ذریعہ سے ہم ظالموں کے پنجے سے بچائے جاتے ہیں اور اس کے زیر سایہ ہماری جماعت ترقی کر رہی ہے۔ اس کے احسان کے ہم شکر گزار نہ ہوں.... یہ تو سوچو کہ اگر تم اس گورنمنٹ کے سایہ سے باہر نکل جاؤ تو پھر تمہارا ٹھکانا کہاں ہے۔ ایسی سلطنت کا بھلا نام تو لو جو تمہیں اپنی پناہ میں لے لے گی۔ ہر ایک اسلامی سلطنت تمہارے قتل کرنے کے لیے دانت پیس رہی ہے۔ کیونکہ ان کی نگاہ میں تم کافر اور مرتد ٹھہر چکے ہو۔ سو تم اس خداداد نعمت کی قدر کرو اور تم یقیناً سمجھ لو کہ خدا تعالیٰ نے سلطنت انگریزی تمہاری بھلائی کے لیے ہی اس ملک میں قائم کی ہے اور اگر اس سلطنت پر کوئی آفت آئے تو وہ آفت تمہیں بھی نابود کر دے گی۔ یہ مسلمان لوگ جو اس فرقہ احمدیہ کے مخالف ہیں' تم ان کے علماء کے فتوے سن چکے ہو۔ یعنی یہ کہ تم ان کے نزدیک واجب القتل ہو اور ان کی آنکھ میں ایک کتا بھی رحم کے لائق ہے مگر تم نہیں۔ تمام پنجاب اور ہندوستان کے فتوے بلکہ تمام ممالک اسلامیہ کے فتوی تمہاری نسبت یہ ہیں کہ تم واجب القتل ہو۔۔۔۔۔ سو یہی انگریز ہیں جن کو لوگ کافر کہتے ہیں جو تمہیں ان خونخوار دشمنوں سے بچاتے ہیں اور ان کی تلوار کے خوف سے تم قتل کیے جانے سے بچے ہوئے ہو۔ ذرا کسی اور سلطنت کے زیر سایہ رہ کر دیکھ لو کہ تم سے کیا سلوک کیا جاتا ہے۔ سو انگریزی سلطنت تمہارے لیے ایک رحمت ہے۔ تمہارے لیے ایک برکت ہے اور خدا کی طرف سے تمہاری وہ سپر ہے۔ پس تم دل و جان سے اس سپر کی قدر کرو اور تمہارے مخالف جو مسلمان ہیں' ہزارہا درجہ ان سے انگریز بہتر ہیں۔ کیونکہ وہ ہمیں واجب القتل نہیں سمجھتے۔ وہ تمہیں بے عزت کرنا نہیں چاہتے۔

("اپنی جماعت کے لیے ضروری نصیحت" اشتہار منجانب مرزا غلام احمد قادیانی صاحب' مندرجہ "تبلیغ رسالت" جلد دہم' ص ۱۲۳ - ۱۲۳' مولفہ میر قاسم علی صاحب قادیانی' مجموعہ اشتہارات' جلد ۳' ص ۵۸۴ - ۵۸۳)

(۵) زمانہ کی نزاکت

اس کے علاوہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کے اس ارشاد پر بھی خاص طور پر دھیان دیا جائے جو حضور نے زمانہ کی نزاکت اور حالات کی رو کو دیکھتے ہوئے مجلس مشاورت پر فرمایا تھا یعنی یہ کہ "جو احباب بندوق کا لائسنس حاصل کر سکتے ہیں' وہ لائسنس حاصل کریں اور جہاں جہاں تلوار رکھنے کی اجازت ہے' وہ تلوار رکھیں لیکن جہاں اس کی اجازت نہ ہو' وہاں لاٹھی ضرور رکھی جائے اور پھر جہاں تک ممکن ہو ان ہتھیاروں کا استعمال بھی سیکھنا چاہیے اور اس کے علاوہ دیگر فنون جنگ بھی جو قانوناً ممنوع نہ ہوں' پوری توجہ اور دلی انہماک سے سیکھنے چاہئیں۔

(اخبار "الفضل" قادیان' جلد ۱۸' نمبر ۱۰' ص ۹' مورخہ ۲۲ جولائی ۱۹۳۰ء)

(ب) ہندوستان

(۶) خیر خواہی

چونکہ قرین مصلحت ہے کہ سرکار انگریزی کی خیر خواہی کے لیے ایسے نافہم مسلمانوں کے نام بھی نقشہ جات میں درج کیے جائیں جو در پردہ اپنے دلوں میں برٹش انڈیا کو دارالحرب قرار دیتے ہیں.... لہٰذا یہ نقشہ اسی غرض کے لیے تجویز کیا گیا کہ تا اس میں ان ناحق شناس لوگوں کے نام محفوظ رہیں جو ایسی باغیانہ سرشت کے آدمی ہیں۔ اگرچہ گورنمنٹ کی خوش قسمتی سے برٹش انڈیا میں مسلمانوں میں ایسے لوگ معلوم ہو سکتے ہیں جن کے نہایت مخفی ارادے گورنمنٹ کے برخلاف ہیں اس لیے ہم نے اپنے محسن گورنمنٹ کی پولٹیکل خیر خواہی کی نیت سے اس مبارک تقریب پر یہ چاہا کہ جہاں تک ممکن ہو' ان شریر لوگوں کے نام ضبط کیے جائیں جو اپنے عقیدہ سے اپنی مفسدانہ حالت کو ثابت کرتے ہیں.... لیکن ہم گورنمنٹ میں باادب اطلاع کرتے ہیں کہ ایسے نقشے ایک پولٹیکل راز کی طرح اس وقت تک ہمارے پاس محفوظ رہیں گے جب تک گورنمنٹ ہم سے طلب کرے اور ہم امید رکھتے ہیں کہ ہماری گورنمنٹ حکیم مزاج بھی ان نقشوں کو ایک ملکی راز کی طرح اپنے کسی دفتر میں محفوظ رکھے گی.... ایسے لوگوں کے نام مع پتہ و نشان یہ ہیں۔

(مرزا غلام احمد قادیانی صاحب کی تحریک بعنوان قابل توجہ گورنمنٹ' مندرجہ تبلیغ رسالت' جلد پنجم' ص ۱۱-۱۲' مولفہ میر قاسم علی صاحب قادیانی' مجموعہ اشتہارات' ص ۲۲۷-۲۲۸' جلد ۲)

(۷) شکایت و عنایت

اب میں اس گورنمنٹ محسنہ کے زیر سایہ ہر طرح سے خوش ہوں صرف ایک رنج اور درد و غم ہر وقت مجھے لاحق حال ہے جس کا استغاثہ پیش کرنے کے لیے اپنی محسن گورنمنٹ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں اور وہ یہ ہے کہ اس ملک کے مولوی مسلمان اور ان کی جماعتوں کے لوگ حد سے زیادہ مجھے ستاتے اور دکھ دیتے ہیں۔ میرے قتل کے لیے ان لوگوں نے فتوے دیئے ہیں۔ مجھے کافر اور بے ایمان ٹھہرایا ہے اور بعض ان میں سے حیا اور شرم کو ترک کر کے اس قسم کے اشتہار میرے مقابل پر شائع کرتے ہیں کہ یہ

مخص اس وجہ سے بھی کافر ہے کہ اس نے سلطنت انگریزی کو سلطنت روم پر ترجیح دی ہے اور ہمیشہ سلطنت انگریزی کی تعریف کرتا ہے۔

("حضور گورنمنٹ عالیہ میں (مرزا صاحب کی) ایک عاجزانہ درخواست" مندرجہ "تبلیغ رسالت" ج ہشتم' ص ۵۳' مجموعہ اشتہارات' جلد ۳' ص ۴۳)

(۸) مسلمان اور قادیانی صاحبان

آج سے کچھ سال پہلے مسلمانوں میں سے وہ طبقہ جو علماء کے قبضہ میں تھا۔۔۔۔ گو وہ عملاً امن پسند تھا اور گورنمنٹ کے راستہ میں کسی قسم کی رکاوٹیں نہ ڈالتا تھا' مگر علماء کی تعلیم کے ماتحت وہ اس امر کو بالکل پسند نہیں کرتا تھا کہ کوئی شخص عقیدۃً" اس امر کو تسلیم کرے کہ کسی غیر مذہب کی حکومت کے نیچے مسلمان اطاعت و فرمانبرداری کے ساتھ رہ سکتے ہیں اور چونکہ یہ جماعت (قادیانی) نہ صرف عملاً ہر قسم کے فساد کے طریقوں سے دور رہتی تھی' بلکہ عقیدۃً" بھی حکومت وقت کی فرمانبرداری کو ضروری جانتی تھی اور دوسروں کو بھی یہی تعلیم دیتی ہے۔

("تحفہ شہزادہ ویلز" ص ۵' مصنفہ میاں محمود احمد صاحب' خلیفہ قادیان جو ۲۷ فروری ۱۹۲۲ء کو شہزادہ پرنس آف ویلز کی خدمت میں خلیفہ صاحب قادیان نے بمقام لاہور پیش کیا)

(۹) جذبات محبت

سلسلہ عالیہ احمدیہ کی امن پسند تعلیم اور احمدیوں کا عملاً برطانیہ کے ساتھ اظہار خلوص اور وفاداری کرنا بعض حکام کے دلوں میں جذبات محبت پیدا کر رہا ہے اور یہ حالت ہندوستان تک ہی محدود نہیں بلکہ ہندوستان کے باہر بھی یہی حالت ہے۔ چنانچہ ایک دوست لکھتے ہیں کہ ایک شخص جو کچھ مدت ایک احمدی کے پاس رہتا تھا' ملازمت کے لیے ایک برطانوی افسر کے پاس گیا۔ جب افسر مذکور نے درخواست کنندہ کے حالات دریافت کیے اور پوچھا کہ کہاں رہتے ہو تو اس نے جواب دیا کہ فلاں احمدی کے پاس۔ اس پر ذیل کا مکالمہ ہوا:

افسر: کیا تم بھی احمدی ہو؟

امیدوار: نہیں صاحب۔

افسر: افسوس تم اتنی دیر احمدی کے پاس رہا مگر سچائی کو اختیار نہیں کیا۔ جاؤ پہلے احمدی ہو' پھر فلاں تاریخ کو آنا۔

ہم خدا کا شکر کرتے ہیں کہ بعض حکام احمدیوں کی دیانت' امانت اور جذبات وفاداری کا احساس کرتے ہیں۔

(اخبار "الفضل" قادیان' جلد ۶' نمبر ۹۲۔ ۹۳' ص ۱' مورخہ ۳۔ ۷ر جون ۱۹۱۹ء)

(۱۰) تازہ ترمثال

تازہ ترمثال جس نے احمدی جماعت کو برٹش گورنمنٹ کے اور بھی قریب کر دیا ہے' وہ احمدیان مالا بار کی مصیبت میں اس کا مدد کرنا ہے۔ ہم مختلف موقعوں پر احمدیان مالا بار کی تکالیف سے جماعت کو آگاہ کر چکے ہیں اور اس بات کی بھی اطلاع دے چکے ہیں کہ گورنمنٹ برطانیہ کے مقامی حکام نے فوراً احمدیوں کی تکالیف دور کرنے کی طرف توجہ کی اور ان کو ایک زمین مقبرہ اور مسجد کے لیے دے دی ہے۔ اس کے بعد جو تازہ حالات ہمیں معلوم ہوئے ہیں' ان سے پتہ لگتا ہے کہ میونسپل کمیٹی کے ایک خاص جلسہ میں ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے احمدیوں کے سپرد وہ جگہ کر دی ہے اور یہ بھی فرمایا کہ "گو یہ جگہ شہر سے کسی قدر دور ہے لیکن اس وقت اسی کا انتظام ہو سکتا ہے اور آئندہ پھر توجہ کی جائے گی" اور چیئرمین کمیٹی نے احمدیوں سے کہا کہ جب تم لوگوں کی زیادہ تعداد ہو جائے گی تو پھر اس کے ساتھ کی زمین بھی احمدیوں کو دے دی جائے گی تاوہ اپنی مسجد کو وسیع کر لیں۔

یہ جو سلوک احمدیان مالا بار سے گورنمنٹ برطانیہ نے کیا' اس کا شکریہ ہمارے الفاظ ادا نہیں کر سکتے۔ ہمارے دل اس کا شکریہ دعاؤں کے ذریعہ سے کرتے ہیں اور ہم امید کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ جس کے محتاج امیر و غریب سب ہیں' اس محسن گورنمنٹ کو ان احسانات کا بدلہ اپنے وسیع خزانہ سے دے اور اس کی شان و شوکت کو بڑھائے۔

(اخبار "الفضل" قادیان' جلد ۳' نمبر ۴۵' مورخہ ۱۹ر اکتوبر ۱۹۱۵ء)

(ج) اسلامی ممالک

(۱۱) سترہ برس

بچپن میں اپنے والد اور بھائی کی وفات کے بعد ایک گوشہ نشین آدمی تھا۔ تاہم سترہ برس سے سرکار انگریزی کی امداد اور تائید میں اپنی قلم سے کام لیتا ہوں۔ اس سترہ برس کی مدت میں جس قدر میں نے کتابیں تالیف کیں' ان سب میں سرکار انگریزی کی اطاعت اور ہمدردی کے لیے لوگوں کو ترغیب دی اور جہاد کی ممانعت کے بارے میں نہایت موثر تقریریں لکھیں اور پھر میں نے قرین مصلحت سمجھ کر اسی امر ممانعت جہاد کو عام ملکوں میں پھیلانے کے لیے عربی اور فارسی میں کتابیں تالیف کیں' جن کی چھپائی اور اشاعت پر ہزارہا روپیہ خرچ ہوا اور وہ تمام کتابیں عرب اور بلاد شام اور روم اور مصر اور بغداد اور افغانستان میں شائع کی گئیں۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ کسی نہ کسی وقت ان کا اثر ہوگا۔۔۔۔ یہ سلسلہ ایک دو دن کا نہیں بلکہ برابر سترہ سال کا ہے اور اپنی کتابوں اور رسالوں کے جن مقامات میں' میں نے یہ تحریریں لکھی ہیں' ان کتابوں کے نام مع ان کے نمبر صفحوں کے یہ ہیں جن میں سرکار انگریزی کی خیر خواہی اور اطاعت کا ذکر ہے۔ (اس کے ذیل میں مرزا صاحب نے اپنی (۲۴) کتابوں اور رسالوں کی فہرست درج کی ہے۔۔۔۔ مؤلف)

("اشتہار واجب الاظہار" جو خاص اس غرض سے شائع کیا جاتا ہے کہ گورنمنٹ عالیہ قیصر ہند توجہ سے اس کو ملاحظہ فرمائے۔ منجانب مرزا غلام احمد قادیانی صاحب' مندرجہ "تبلیغ رسالت" جلد ششم' ص ۱۹۰ تا ۱۹۲' مؤلفہ میر قاسم علی صاحب قادیانی' مجموعہ اشتہارات' ص ۳۶۶ تا ۳۶۴' جلد ۲)

(۱۲) مخفی سبب

گورنمنٹ تحقیق کرے کہ کیا یہ سچ نہیں کہ ہزاروں مسلمانوں نے جو مجھے کافر قرار دیا اور مجھے اور میری جماعت کو جو ایک گروہ کثیر پنجاب اور ہندوستان میں موجود ہے' ہر ایک طور کی بدگوئی اور بداندیشی سے ایذا دینا اپنا فرض سمجھا۔ اس تکفیر اور ایذا کا ایک مخفی سبب یہ ہے کہ ان نادان مسلمانوں کے پوشیدہ خیالات کے برخلاف دل و جان سے گورنمنٹ انگلشیہ کی شکر گزاری کے لیے ہزارہا اشتہار شائع کیے گئے اور ایسی کتابیں بلاد عرب و شام وغیرہ تک پہنچائی گئیں۔ یہ باتیں بے ثبوت نہیں۔ اگر گورنمنٹ توجہ فرمائے تو نہایت بدیہی ثبوت میرے پاس ہیں۔

(درخواست بحضور نواب لیفٹیننٹ گورنر بہادر دام اقبالہ' منجانب خاکسار مرزا غلام احمد قادیانی' مورخہ ۲۴ فروری ۱۸۹۸ء' مندرجہ "تبلیغ رسالت" جلد ہفتم' ص ۱۰' مؤلفہ میر قاسم علی صاحب قادیانی' مجموعہ اشتہارات' ص ۱۴' ۱۵' جلد ۳)

(جاری ہے)

مرزا غلام احمد قادیانی کی کہانی
تاریخی حقائق کی زبانی

بعض خاندانی حالات

رئیس قادیاں نے "ازالہ اوہام" اور "کتاب البریہ" کے متعدد صفحات اپنے خاندانی حالات کی نذر کر دیے ہیں۔ اگر یہ بیانات بلا مبالغہ صحیح ہوتے تو خاندان کے لیے ایک کارآمد چیز تھی۔ لیکن ان کا مطالعہ کرتے وقت صاف نظر آتا ہے کہ مرزا جی نے ان بیانات میں بہت کچھ مبالغہ اور رنگ آمیزی سے کام لیا ہے۔ بہرحال ان بیانات کا ضروری خلاصہ ملاحظہ ہو۔ لکھتے ہیں:

"میرے والد کا نام غلام مرتضیٰ، دادا کا نام عطا محمد اور پردادا صاحب کا نام گل محمد تھا۔ ہماری قوم مغل برلاس ہے۔ میرے بزرگوں کے پرانے کاغذات سے، جو اب تک محفوظ ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ وہ پنجاب میں سمرقند سے آئے تھے اور ان کے ساتھ قریباً دو سو آدمی ان کے توابع اور خدام اور اہل و عیال میں سے تھے۔ یہاں آکر انہوں نے اس قصبہ (قادیاں) کو، جو ایک جنگل کی شکل میں تھا، آباد کیا اور اس کا نام اسلام پور رکھا۔ اس کے بعد بادشاہ کی طرف سے ان کو بہت سے دیہات بطور جاگیر ملے تھے۔ سکھوں کے ابتدائی زمانہ میں میرے پردادا مرزا گل محمد اس نواح کے ایک نامور رئیس تھے جن کے پاس چوراسی گاؤں تھے لیکن بہت سے گاؤں سکھوں کے متواتر حملوں کی وجہ سے ان کے قبضہ سے نکل گئے۔ تاہم قریباً پانچ سو آدمی روزانہ ان کے دسترخوان پر کھانا کھاتے تھے۔ ایک سو کے قریب علماء، صلحاء اور حفاظ قرآن ان کے پاس رہتے تھے۔ تین چار سو عمدہ عمدہ گھڑسوار اور علماء میں سے ان کے مصاحب تھے۔ ایک مرتبہ غیاث الدولہ جو سلطنت مغلیہ دہلی کا وزیر قادیاں آیا تو مرزا گل محمد کو دیکھ کر چشم پرآب ہو گیا اور کہنے لگا اگر مجھے پہلے معلوم ہوتا کہ اس جنگل میں مغلیہ خاندان کا ایک ایسا لائق رکن موجود ہے جس کے اندر سلطنت و جہانبانی کے تمام ضروری صفات پائے جاتے ہیں تو میں دہلی کی اسلامی سلطنت کو محفوظ رکھنے کے لیے اسی کو دہلی کے تخت سلطنت پر بٹھانے کی کوشش کرتا۔ پردادا صاحب کے بعد میرے دادا مرزا عطا محمد گدی نشین ہوئے لیکن سکھوں نے تمام گاؤں ان سے چھین لیے۔ یہاں تک کہ دادا صاحب کے پاس صرف ایک قادیاں رہ گئی۔ لیکن کچھ دنوں کے بعد قادیاں پر بھی رام گڑھی سکھوں نے قبضہ کر لیا۔ اس وقت ہمارے بزرگوں پر بڑی تباہی آئی اور اسرائیلی قوم کی طرح پکڑے گئے اور ان کے مال و متاع سب لوٹ لیے گئے اور تمام مرد و زن چھکڑوں میں بٹھا کر نکالے گئے اور وہ پنجاب کی ایک ریاست میں پناہ گزین ہوئے۔ اس اثناء میں میرے دادا کو زہر دے کر ہلاک کر دیا گیا۔ رنجیت سنگھ کی حکومت کے آخری ایام میں میرے والد مرزا غلام مرتضیٰ قادیاں میں واپس آئے اور انہیں پانچ گاؤں واپس ملے۔ ۱۸۵۷ء میں انہوں نے سرکار انگریزی کی خدمت گزاری میں پچاس گھوڑے مع پچاس سواروں کے اپنی گرہ سے خرید کر دیے تھے"۔ (ازالہ اوہام، طبع پنجم، ص ۵۳۔ ۵۸ و کتاب البریہ، مولفہ مرزا غلام احمد صاحب، ص ۱۳۳۔ ۱۳۶) لیکن ظاہر ہے کہ جب آباؤ اجداد کے پرانے کاغذات کی بنیادی چیز یعنی مرزا صاحب کا مغل ہونا ہی ان کی "وحی آسمانی" کے رو سے غلط ٹھہرا اور "مسیح موعود" صاحب کو الہام ہوا کہ تم دراصل فارسی الاصل ہو۔ (ایضاً، ص ۱۳۴) تو پرانے کاغذات کے دوسرے مندرجات مثلاً دسترخوان پر روزانہ پانچ سو آدمیوں کا کھانا کھانا، تین چار سو مصاحبوں اور سو علماء اور حفاظ کا حاشیہ نشین بنے رہنا، وزیر دہلی کا قادیاں آنا اور مرزا گل محمد سے کہنا کہ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ مغلیہ خاندان کا کوئی لائق رکن موجود ہے تو اسی کو سریر آرائے سلطنت بنانے کی کوشش کرتا اور اس قسم کے دوسرے ڈھکوسلے کہاں تک قابل التفات اور شائستہ اعتماد ہو سکتے ہیں؟ میرے خیال میں یہ سب افسانہ طرازی حضرت "مسیح موعود" صاحب ہی کے دماغ کی مینا کاری ہے۔

قاضی فضل احمد صاحب سابق کورٹ انسپکٹر لدھیانہ نے کتاب "کلمہ فضل رحمانی" میں مرزا غلام احمد صاحب کے اس حصہ بیان کی پر زور تردید کی ہے جس میں انگریزی حکومت کی امداد کرنا مذکور ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب نے اپنی کم از کم نصف درجن تصانیف میں لکھا ہوگا کہ میرے باپ مرزا غلام مرتضیٰ نے مفسدہ ۱۸۵۷ء میں انگریزوں کو پچاس سواروں سے مدد دی تھی۔ اس کے متعلق مولوی عبدالحکیم مرحوم کوٹی نے رسالہ "تحفہ مرزائیہ" میں لکھا ہے کہ ۱۸۵۷ء کی تحریک آزادی میں مرزا غلام مرتضیٰ نے سرکار انگریزی کی ایک سوار سے بھی مدد نہیں کی۔ ان ایام میں غلام مرتضیٰ صاحب کے پاس سرخ رنگ کی ایک چھوٹی سی گھوڑی تھی۔ ان دنوں مرزا غلام احمد کے بڑے بھائی مرزا غلام قادر دینا نگر کی تھانیداری سے معزول ہو کر عملہ ضلع کے پیچھے پیچھے جوتیاں چٹخاتے پھرتے تھے۔ اگر مرزا غلام مرتضیٰ میں اتنی امداد کی استطاعت ہوتی تو ان کا خلف الرشید کیوں مارا مارا پھرتا؟ اور اگر بالفرض حکومت کو اپنے رسالہ سے مدد دی تھی تو محکمہ فوج کے دفتر میں اس کا کوئی ریکارڈ (اندراج) ضرور ہونا چاہیے تھا۔ اور اس کے صلہ میں کوئی انعام یا جاگیر بھی ضرور ملنی چاہیے تھی۔ (کلمہ فضل رحمانی ص ۲۵) حالانکہ اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

مرزا غلام مرتضیٰ کا سفر کشمیر

قاضی فضل احمد صاحب سابق کورٹ انسپکٹر لدھیانہ نے کتاب "کلمہ فضل رحمانی" میں، جو ۱۸۹۸ء میں (مرزا غلام احمد صاحب کے لقمہ اجل ہونے سے دس سال پیشتر) شائع ہوئی تھی، قادیاں کی اراضی حاصل ہونے کا واقعہ دوسری طرح قلمبند کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ "مسیح موعود" صاحب نے کتاب البریہ اور بعض دوسری تالیفات میں اپنی خاندانی عظمت کے متعلق جو قصیدہ خوانی کی ہے، اس کی حیثیت کسی طرح داستان امیر حمزہ

سے بڑھ کر نہیں ہو سکتی۔ قاضی صاحب موصوف لکھتے ہیں: "مرزا غلام مرتضیٰ کے دوست مولوی عبدالحکیم بن امان اللہ ساکن موضع دھرم کوٹ رندھاوا تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور نے رسالہ "تحفہ مرزائیہ" میں جو ۱۳۰۳ھ میں تالیف کیا تھا' لکھا کہ مرزا غلام مرتضیٰ سکھوں کی عملداری میں تلاش معاش کے لیے عازم کشمیر ہوئے۔ اور ایک ٹٹو پر سوار ہو کر موضع دھرم کوٹ رندھاوا آئے اور غریب خانہ پر فروکش ہوئے۔ ماحضر پیش کیا گیا۔ یہاں سے منزل بمنزل کشمیر پہنچے۔ نوکری کے لیے بڑی کوشش کی لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ آخر محمد بخش جمعدار کے پاس جو میرے گاؤں دھرم کوٹ کا گھگے زئی تھا' اس کے لڑکوں پیر بخش اور امیر بخش کی تعلیم کے لیے مشاہرہ پانچ روپے ماہوار اور خوراک ملازم ہوگئے۔ کچھ مدت تک وہاں نوکری کرتے رہے۔ سوئے اتفاق سے سردار بیساں سنگھ صوبہ دار کشمیر مرگیا۔ اس وجہ سے محمد بخش جمعدار ملازمت سے سبکدوش ہوگیا۔ اور جمعدار محمد بخش اور مرزا غلام مرتضیٰ وطن واپس چلے آئے۔ مرزا غلام مرتضیٰ شیر سنگھ کے عہد حکومت میں دوبارہ کشمیر گئے اور کچھ نوکری ملی لیکن سردار شیر سنگھ کسی بات پر مرزا غلام مرتضیٰ سے ناراض ہوگیا' اس لیے مرزا غلام مرتضیٰ اور قاریخان تھانہ دار طالب پور کو معزول کر دیا۔ آخر مرزا صاحب نے اپنے وطن قادیان میں آکر مطب کھول لیا۔ اس کے بعد انگریزی عملداری میں ڈپٹی گوپال سہائے سے ان کی دوستی ہوگئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ قادیان کی ملکیت اراضی مرزا غلام مرتضیٰ کے نام کر دی گئی"۔ (کلمہ فضل رحمانی' ص ۲۵) قاضی فضل احمد صاحب ان واقعات کے بعد لکھتے ہیں کہ "کجا مرزا غلام مرتضیٰ کا پانچ روپیہ ماہوار پر لڑکے پڑھانا اور پھر اس نوکری سے بھی محروم ہو جانا اور کجا پچاس سوار بھرتی کر کے انگریز کو دینا"۔ اس کے بعد قاضی فضل احمد صاحب نے دریافت کیا ہے کہ جب باپ نے ناداری کی حالت میں حکومت کی مدد کی تو اب مرزا غلام احمد نے صاحب جائیداد ہونے کے باوجود سرکار انگریزی کی کون سی امداد کی؟ ہاں فساد انگیزی اور انگریزی رعایا کے باہمی سر پھٹول میں انہوں نے اب تک کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ (ایضاً)

مرزا غلام مرتضیٰ کا مذہب اور ان کی "پابندی" مذہب

مولوی محمد حسین صاحب مرحوم بٹالوی نے اپنے نامور رسالہ "اشاعۃ السنہ" میں لکھا کہ میں نے مرزا غلام مرتضیٰ کو دیکھا ہے اور ان کے دوسرے دیکھنے والے بھی اس وقت بکثرت موجود ہیں۔ وہ صرف حکیمانہ مذہب رکھتے تھے اور اگر مذہب کی طرف کچھ میلان تھا تو تشیع کی طرف تھا اور اس پیرانہ سالی میں جبکہ میں نے ان کو دیکھا ہے' ان کو نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ وغیرہ ارکان شرعی کا التزام نہ تھا۔ ممنوعات شرعیہ کا حال ہم نہیں لکھتے' یہ خود ان سے یا ان کے دوستوں سے پوچھنا چاہیے۔ (اشاعۃ السنہ' جلد ۱۴' ص ۱۸۳) ان کے تارک صلوٰۃ ہونے کی تائید مسیح قادیان کے منجھلے صاحبزادہ میاں بشیر احمد' ایم۔ اے کے بیان سے بھی ہوتی ہے جنہوں نے "سیرۃ المہدی" میں لکھا ہے کہ ہمارے دادا مرزا غلام مرتضیٰ بے نماز تھے یہاں تک کہ پچھتر سال کی عمر میں پہنچ کر بھی نماز نہیں پڑھی۔ (سیرۃ المہدی' مؤلفہ مرزا بشیر احمد' ایم۔ اے جلد اول' ص ۲۲۳) میاں بشیر احمد نے بعض اقرباء کی نسبت یہ بھی لکھا ہے کہ مسیح موعود کے یہ تمام رشتہ دار پرلے درجے کے بے دین اور لامذہب تھے۔ (ایضاً' ص ۲۳)

محترمہ چراغ بی بی صاحبہ

مسلمانوں میں تو ایک اور نام مشہور ہے اور وہی نام بچے بچے کی زبان پر ہے اور خاکسار راقم الحروف بھی عہد طفلی سے وہی نام سنتا چلا آرہا ہے لیکن مرزائی صاحبان کہتے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب کی والدہ کا نام چراغ بی بی تھا۔ عجب نہیں کہ یہی نام صحیح ہو اور مشہور نام مخالفوں کا پروپیگنڈا ہو۔ جہاں تک مرزا صاحب کی کتابیں خاکسار راقم الحروف کے مطالعہ سے گزریں' میں نے بیٹے کو ماں کی کسی مذہبی اور روحانی فضیلت کا قائل نہیں پایا۔ اس کی وجہ بجز اس کے اور کچھ نہیں ہو سکتی کہ وہ ایک عام ناخواندہ دنیا دار عورت ہوگی۔ لیکن یعقوب علی تراب نامی ایک مرزائی نے جلال خداوندی اور عاقبت کی جوابدہی سے بے خوف ہو کر چراغ بی بی صاحبہ کی تعریف میں زمین آسمان کے قلابے ملا دیے ہیں۔ تراب صاحب لکھتے ہیں: "آپ کی والدہ مکرمہ کا نام نامی حضرت بی بی چراغ بی بی تھا اور وہ اپنے نام کی طرح فی الحقیقت دنیا کے لیے چراغ کی طرح روشنی ہی کا موجب ہوئیں کیونکہ جس کے بطن مبارک سے حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام جیسا عظیم الشان انسان پیدا ہوا' جس طرح پر حضرت آمنہ کا نام اللہ تعالیٰ نے ان کے ماں باپ سے اسم بامسمیٰ رکھوا دیا' اسی طرح حضرت مائی چراغ بی بی صاحبہ کے نام میں آنے والے دنیا کے نور کی بشارت مذکور تھی۔ خدا تعالیٰ نے جس کے مدارج اور مناقب میں فرمایا انت منی وانا منک اس عظیم الشان انسان کی ماں دنیا میں ایک ہی عورت ہے جو آمنہ خاتون کے بعد اپنے بخت رسا پر ناز کر سکتی ہے۔ دنیا کی عورتوں میں جو ممتاز خواتین ہیں' ان میں حضرت آمنہ خاتون اور حضرت چراغ بی بی صاحبہ ہی دو عورتیں ہیں جنہوں نے ایسے عظیم الشان انسان دنیا کو دیے"۔ (حیاۃ النبی' مؤلفہ یعقوب علی تراب مرزائی' جلد اول' ص ۳۰) اس لغویت کا جواب یہ ہے کہ اگر چراغ بی بی صاحبہ مرزا غلام احمد صاحب کے جننے پر فخر کر سکتی ہیں تو پھر مسیلمہ' اسود عنسی اور دوسرے خانہ ساز نبی' جن کے حالات زندگی' میں کتاب "ائمہ تلبیس" میں شائع کر چکا ہوں' ان کی ماؤں نے کیا قصور کیا ہے کہ انہیں اپنے "نامور" فرزندوں کی تولید پر قابل مبارک باد نہ خیال کیا جائے؟ دور نہ جاؤ یہ فضیلت تو نبی بخش راجیکی والا' چراغ الدین جمونی' ظہیر الدین اروپی' یار محمد ہوشیار پوری' فضل احمد پٹنگا بنگیالوی' عبداللہ تیماپوری' عبداللطیف گناچوری' احمد نور کابلی اور دوسرے مرزائی نبیوں کی ماؤں کو بھی بخوبی حاصل ہے کیونکہ جس طرح چراغ بی بی صاحبہ نے ایک عدد نبی جنا ہے' اسی طرح ان عورتوں نے بھی اپنی کوکھ سے ایک ایک نبی برآمد کر دیا ہے۔

شرمناک جسارت

لیکن افسوس ہے کہ یعقوب علی مرزائی نے دعوائے اسلام کے باوجود قادیانی صاحب کو مادری فضیلت میں حضرت مفخر کون و مکان علیہ التحیہ والسلام کا ہمسر بناتے وقت کچھ شرم بھی محسوس نہ کی؟ بے باکی اور بدلگامی دراصل فرقہ مرزائیہ کا ذاتی جوہر ہے۔ اگر اس توہین کا ارتکاب کسی اسلامی سلطنت میں کیا جاتا تو یہ بدنفس مرزائی اپنی شوخ چشمی کا مزا چکھ لیتا۔ توہین رسولؐ کے حق میں جو اسلامی و شرعی قانون ہے سب کو معلوم ہے۔ لیکن ہمیں اس قانون کے نفاذ کی قدرت نہیں۔ تاہم حکام کا فرض ہوتا ہے کہ ایسے اشخاص کے خلاف تعزیرات ہند کے قانون کو حرکت میں لائیں۔ اس سے قطع نظر سوال یہ ہے کہ کیا اس عفونت نگار مرزائی نے یہ لکھتے وقت اس حدیث نبوی کی طرف سے آنکھوں پر پٹی باندھ لی تھی؟

عن انسؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال حسبک من نساء العلمین مریم بنت عمران و خدیجۃ بنت خویلد و فاطمۃؓ بنت محمدؐ و آسیۃ امراۃ فرعون۔

رواہ الترمذی (مشکوٰۃ)

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا کی عورتوں میں ان مخدرات عالیہ کو سب سے زیادہ فضیلت حاصل ہے۔ حضرت

مریمؑ (والدہ محترمہ حضرت مسیح علیہ السلام) ام المومنین حضرت خدیجہؓ" حضرت فاطمہؓ" آسیہؓ زوجہ فرعون رضی اللہ عنہن۔

مسیح قادیان کے پردادا مرزا گل محمد کے تین بیٹے تھے۔ غلام نبی' عطا محمد اور قاسم بیگ۔ مرزا عطا محمد کے پانچ لڑکے تھے۔ غلام مصطفےٰ' غلام محی الدین' غلام مرتضیٰ' غلام حیدر اور غلام محمد۔ ان میں سے غلام مرتضیٰ صاحب کو مرزا غلام احمد صاحب کے باپ ہونے کا "فخر" حاصل تھا۔ مرزا غلام مرتضیٰ نے ۱۸۷۶ء میں ۸۰ سال کی عمر میں دنیائے رفتنی و گزشتنی کو الوداع کہا۔ ان کی سب سے بڑی اولاد مراد بی بی تھیں جن کی شادی مرزا احمد بیگ ہوشیارپوری کے بھائی محمد بیگ یعنی محترمہ محمدی بیگم طال عمرہا کے حقیقی چچا سے ہوئی تھی۔ ان سے چھوٹے غلام قادر تھے جنہوں نے اپنی حیات مستعار کے بچپن مرحلے طے کر کے ۱۸۸۳ء میں سفر آخرت کیا۔ ان سے چھوٹی شاید جنت نامی ایک لڑکی تھی جس کے متعلق مسیح قادیان کا من گھڑت دعویٰ ہے کہ وہ میرے ساتھ توام پیدا ہوئی اور جلد رخصت ہوگئی تھی اور سب سے چھوٹے مرزا غلام احمد صاحب تھے۔ (سیرۃ المہدی' مولفہ میاں بشیر احمد' ایم۔ اے' جلد اول' ص ۳۰)

عہد طفولیت

فصل ا۔ مسیح قادیاں کے ایام طفلی

مثل مشہور ہے "ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات" عنایت ازلی اور سعادت لم یزلی جن بلند طالع حضرات کو معرفت خداوندی کی دولت جاوید سے سرفراز فرماتی ہے' ان کے اندر ابتدائے سن صباوت سے بعض ایسی خصوصیتیں ودیعت فرما دیتی ہے جن سے دوسرے ابنائے زمانہ محروم ہوتے ہیں۔ لیکن رئیس قادیاں کے بچپن میں کوئی ایسی خصوصیت نہیں پائی جاتی جو انہیں عام بازاری لڑکوں سے ممتاز کر سکے۔ چند واقعات درج کیے جاتے ہیں جن سے ان کی ابتدائی زندگی کے محبوب مشغلوں پر روشنی پڑتی ہے۔ قارئین حضرات اسی سے ان کی بلندی یا پستی فطرت کا اندازہ کر سکیں گے:

ایک مرتبہ لڑکوں نے مرزا غلام احمد صاحب سے کہا کہ گھر سے میٹھا (شکر) لاؤ۔ گھر گئے تو وہاں پسا ہوا نمک رکھا تھا۔ والدہ کے بلا اجازت لے لیا اور شکر سمجھ کر اس سے جیبیں بھر لیں اور لڑکوں کے پاس پہنچ کر پھانکنا شروع کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دم رک گیا اور سخت تکلیف اٹھائی۔ (سیرۃ المہدی' مولفہ مرزا بشیر احمد' ایم۔ اے' جلد اول' ص ۲۲۹)

ایک مرتبہ والدہ سے روٹی کے ساتھ کچھ کھانے کو مانگا۔ انہوں نے کہا اور تو کوئی چیز نہیں گڑ لے لو۔ انہوں نے گڑ لینے سے انکار کیا تو کوئی اور چیز دی۔ اس سے بھی انکار کیا اور زیادہ ضد کی تو ماں نے ناراض ہو کر کہا ان چیزوں سے بھی روٹی نہیں کھا سکتے تو جاؤ راکھ سے کھاؤ۔ تو وہ سچ مچ روٹی پر راکھ ڈال کر بیٹھ گئے۔ (سیرۃ المہدی' جلد اول' ص ۲۳۶)

چڑیاں پکڑنے کی مذموم عادت

مرزا غلام احمد صاحب کے منجھلے صاحبزادہ مرزا بشیر احمد' ایم۔ اے کتاب سیرۃ المہدی میں لکھتے ہیں کہ دادی موضع ایمہ ضلع ہوشیارپور کی رہنے والی تھی۔ حضرت (مرزا) صاحب کئی دفعہ ایمہ گئے۔ وہاں بچپن میں چڑیاں پکڑا کرتے تھے۔ چاقو نہ ہوتا تو سرکنڈے سے ہی ذبح کر لیتے تھے۔ ایک مرتبہ ایمہ سے چند بوڑھی عورتیں آئیں تو انہوں نے باتوں ہی باتوں میں کہا کہ سندھی (مرزا غلام احمد) ہمارے گاؤں میں چڑیاں پکڑا کرتا تھا۔ سندھی سے ان کی مراد حضرت (مرزا) صاحب تھی۔ چنانچہ آپ کی والدہ اور بعض عورتیں انہیں بچپن میں بھی سندھی کہہ کر پکار لیتی تھیں۔ سندھی غالباً اس بچے کو کہتے ہیں جس پر کسی منت کے نتیجے میں دس دفعہ کوئی چیز باندھی جائے۔ (ایضاً' ص ۳۶) حضرت (مرزا غلام احمد) صاحب پرندے پکڑنے کے لیے لاسہ بھی تیار کیا کرتے تھے۔ مرزا بشیر احمد لکھتے ہیں کہ لاسہ ایک لیسدار چیز ہوتی ہے جسے شکاری لوگ درختوں کے دودھ وغیرہ سے تیار کرتے ہیں اور وہ پرندے پکڑنے کے کام آتا ہے۔ (ایضاً' ص ۲۳۲) باپ کی یہ عادت بیٹے کو بھی ورثہ میں ملی تھی۔ چنانچہ مرزا بشیر احمد لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ میاں محمود احمد صاحب خلیفہ ثانی دالان کے دروازے بند کر کے چڑیاں پکڑ رہے تھے کہ مسیح موعود (مرزا غلام احمد) نے ان کو دیکھ لیا اور فرمایا' میاں گھر کی چڑیاں نہیں پکڑا کرتے۔ (ایضاً' ص ۱۶۳) مرزا غلام احمد صاحب بچپن میں تیرنے کے بھی بڑے دلدادہ تھے۔ ایک مرتبہ ڈوب بھی چلے تھے۔ (ایضاً' ص ۹) رئیس قادیاں کا اپنا بیان ہے کہ میں بچپن میں اتنا تیرتا تھا کہ ڈھاب (جوہڑ) بھر جاتی تو ساری قادیاں کے اردگرد ایک ہی دفعہ چکر لگا لیتا تھا۔ قادیاں کی ڈھاب گاؤں کے چاروں طرف پھیلا ہے۔ بارش کے موقع پر قادیاں جزیرہ بن جاتی ہے۔ (ایضاً' ص ۲۵۸) بعض اوقات سواری بھی کر لیتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک سرکش گھوڑے پر سوار ہوئے۔ گھوڑا ان کو ہلاک کرنے کے قصد سے ایک درخت سے جا ٹکرایا لیکن خود ہی مر گیا اور یہ بچ نکلے۔ (ایضاً' ص ۹)

کیمیا کی تلاش

لالہ بھیم سین وکیل سیالکوٹ کا بیان ہے کہ جب میں اور مرزا غلام احمد بٹالہ میں پڑھا کرتے تھے تو ان کی عام عادت تھی کہ مٹی کا ایک لوٹا (سبوچہ گلی) پانی سے بھرواتے اور دو لڑکوں سے کہتے کہ اس کو ہاتھ کی ایک ایک انگلی کے سہارے اٹھائے رہو۔ لڑکے انگلیوں کے سہارے لوٹے کو تھام رکھتے۔ اس کے بعد مرزا صاحب کیمیا کے نسخہ کی دوائیں جدا کاغذ کے پرزوں پر لکھ کر گولیاں بناتے اور ایک ایک گولی اس لوٹے میں ڈالتے جاتے اور ساتھ ہی کوئی اسم پڑھتے جاتے تھے۔ جس گولی کی نوبت پر لوٹا گھوم جاتا تھا' اس گولی کا نسخہ پڑھ کر علیحدہ رکھ لیتے تھے اور پھر اس نسخہ کا تجربہ کرتے تھے۔ لیکن کیمیا گری میں کامیابی کا منہ دیکھنا نصیب نہ ہوا۔ (کتاب چودھویں صدی کا مسیح' مطبوعہ اہلحدیث امرتسر' طبع ۱۳۳۲ھ' ص ۱۱) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیح قادیاں کے دل میں بچپن ہی سے زر اندوزی کی ہوس موجزن تھی۔ امرتسر کے ایک عالم دین نے جو وہاں کی ایک جامع مسجد کے خطیب بھی ہیں' راقم الحروف سے بیان کیا کہ مولوی محمد حسین بٹالوی اور مرزا غلام احمد قادیانی بٹالہ میں ہم سبق تھے۔ ایک مرتبہ مولوی محمد حسین' مرزا غلام احمد اور چند اور لڑکے رات کے وقت قصبہ بٹالہ سے باہر کھیتوں میں قضائے حاجت کے لیے گئے۔ گرمی کا موسم تھا۔ جگنو (کرمک شب تاب) اڑ رہے تھے۔ رفع حاجت کے وقت ایک جگنو مرزا غلام احمد کے گریبان میں آ گیا۔ مرزا صاحب نے اس کو ہاتھ سے دبا لیا۔ جب سب لڑکے فارغ ہوئے تو غلام احمد صاحب نے ہمجولیوں سے کہا "دیکھو میرے پیرہن کے نیچے درخشاں چیز کیا ہے؟ اور کہا اگر اسی طرح سے کوئی شعبدہ کیا جائے تو لوگوں کو پھانسا جا سکتا ہے یا نہیں؟" مولوی محمد حسین صاحب نے کہا "ہاں ممکن ہے"۔

باقی آئندہ

تبصرۂ کتب

مکتبہ لدھیانوی کی فخریہ پیش کش

اطیب النغم

فی مدح سید العرب والعجم ﷺ

مولف حکیم الامت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

مترجم۔ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی

صفحات ۔ ۲۰۰

قیمت ۔ ۴۰ روپے

ناشر۔ مکتبہ لدھیانوی جامع مسجد فلاح نصیر آباد بلاک ۱۴ کراچی ۳۸

نبی اکرم ﷺ کی مدح بیان کرنا ہر مسلمان کے لئے باعث برکت و فضیلت اور نبی اکرم ﷺ کی شفاعت کا ذریعہ ہے۔ سب سے پہلے نبی اکرم ﷺ کی شان اقدس میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اس وقت قصائد بیان فرمائے جب کفار قریش کے بڑے بڑے نامور شعراء (نعوذ باللہ) نبی اکرم ﷺ کی ہجو (مذمت) کر کے آپ کو تکلیف پہنچاتے تھے۔ جس وقت حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی تعریف فرماتے تو نبی اکرم ﷺ خوشی کا اظہار فرماتے ہوئے دعا فرماتے

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے لئے مسجد شریف میں منبر رکھواتے وہ اس پر کھڑے ہو کر ان قریش کی مذمت میں اشعار پڑھتے جنہوں نے آنحضرت ﷺ کی بدگوئی کی تھی۔ اور آنحضرت ﷺ فرماتے تھے۔

روح القدس (جبرئیل امین) علیہ السلام حسان بن ثابت کے ساتھ رہتے ہیں جب تک کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی جانب سے دفاع کرتے ہیں۔

ایک اور جگہ آپ ﷺ نے فرمایا۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے کفار کی ہجو (مذمت) کی پس خود بھی دل ٹھنڈا کیا اور دوسروں کا بھی دل ٹھنڈا کر دیا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے علاوہ حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ کے قصیدے کو وہ مقبولیت اور شہرت عطا ہوئی جو انہوں نے اسلام قبول کرتے ہوئے عرض کیا تھا خاص کر اس شعر کو

وکن لی شفیعاً یوم لاذو شفاعۃ
سواک بمغن عن سواد بن قارب

اول ایک خصوصی درخواست یہ ہے کہ میرے لئے سفارشی بن جایئے جس دن کہ آپ ﷺ کے سوا کوئی شفاعت کرنے والا سواد بن قارب کے کام نہیں آئے گا۔

ان حضرات کے بعد حضرت سعدی کے نعتیہ کلام کو بہت زیادہ مقبولیت حاصل ہوئی

امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ان اولوالعزم شخصیات میں سے ہیں جنہوں نے برصغیر میں احادیث نبویہ کی اشاعت کا سلسلہ شروع کیا۔ ان کی مثال برصغیر میں شجرہ طوبیٰ کی حیثیت رکھتی ہے کہ ہر گھر میں ان کی علمی شاخ ضرور موجود ہوگی اس لئے آپ کو امام الہند کے لقب سے نوازا گیا۔

حضرت شاہ صاحب کی دیگر علمی خدمات کے علاوہ اطیب النغم کو بہت مقبولیت حاصل ہوئی جس میں قصیدہ بائیہ حضرت سواد بن قارب ؓ اور قصیدہ ہمزیہ حضرت حسان بن ثابت ؓ کے تتبع میں تحریر فرمایا اور پھر فارسی میں اس کی تشریح بھی فرمائی۔ فارسی میں ہونے کی وجہ سے اہل علم اس کے افادہ سے محروم تھے۔ اس لئے حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب نے حضرت شاہ صاحب کے ان قصیدوں اور اس کی فارسی شرح کا ترجمہ و تشریح کا ترجمہ فرمایا نیز حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ اور حضرت سواد بذن قارب رضی اللہ عنہ کا قصیدہ بھی شامل کر کے اس کا بھی ترجمہ فرما کر اردو میں ایک بہترین ذخیرہ پیش کیا۔ آخر میں حضرت شاہ صاحب کے رسالے کا عکس بھی شامل کر دیا تاکہ اہل علم براہ راست اس سے استفادہ کر سکیں۔

spiritual benefit through my edification and be led to eternal Salvation; else, you would be damned in Hell along with the progeny of Satan and here I shall presently excommunicate you before your reach you doom!"

Imagine the situation and the wrath of his community. A clear case of provocation which the Jewish community shall not tolerate! Matter shall go beyond verbal argumentation and lead to fists and blows. Mischief and turbulence shall reign supreme and authorities shall take truncheons and cudgels in hands, whacking at the fighting human frames, all because of the misuse of concept of religious freedom by one man!

Here, any person, on whom Allah has bestowed commonsense and average intellect will deplore the action of that person as an unjustified interference in the Jewish faith and will call for applying checks on that self-styled reformer by proceeding against his wrong notion of freedom of action in religious matters.

Similarly, a Christian suddenly stands up and addresses his co-religionists thus:

"I am Jesus Christ"! And he says the same things regarding Christians as written above about Judaism. Naturally his Christian community feels smitten at heart at his provocations and absurdities. The clash is imminent. Here too the action of that mischief-monger will be looked upon as loathsome and an unlawful exaction. He shall certainly be prevented from exploiting the Christian faith.

In the same manner, a person comes to claim that, (Allah forbid) "I am Muhammad ur Rasulullah and I have been incarnated by Allah a second time as the Prophet to declare that the Islam practised at present by Musalmans is dead Islam and the living Islam is that which I am presenting, and salvation lies in my obedience and only those can rightly be called Muslims who follow me while all the rest are out of the fold of Islam", etc. etc.

Such activities of that person will cause painful affliction among the Muslim Ummah who will obviously react and will become a "protest en masse". Now, to justify this act of the arch-masquerader by calling it an individual's right of exercise of "religious freedom" is a misnomer, because it is a simple act of provocation, amounting to interference in the religion of Muslims. It is evident, that, as no court in the world will permit scoundrels to gang up for fomenting troubles, so also no court will allow free-booters to thrive scot-free. In short, I submit to the Hon'ble Supreme Court that we welcome people to feel free to adopt any religion they want; Religious Freedom, by all means, with great pleasure, but pray, no buccaneering. Join Islam if you like it. It is the best. Adopt it openly and with open arms we shall take you into the fold but no piracy, please; nibbling at the bread, on the quiet. Legalising to rob me of my good things will amount to shedding the blood of fair play, virtuosity and morality.

Pakistani Constitution and Religious Freedom of Qadianis

Qadianis have raised this point in your Hon'ble Court that, whereas they are non-Muslims as per Pakistan Constitution which grants religious liberty to non-Muslim minorities, they should have full freedom to practise their religion in whatever form it is and the Law of Qadiani Prohibitions, spelled out in the "Anti-Islamic Activities of Qadianis Ordinance" disallows them their constitutional right and should therefore be scrapped.

To consider this point: it should be seen what Qadianiat is and why was it considered judicious to declare them non-Muslims. I lay my submissions:

I. This is a unanimous belief of the Muslim Ummah that the holy Prophet (صلی اللہ علیہ وسلم) was the last "Nabi" after whom Prophethood and Messengership closed finally and no person will ever be granted this honour, till the Day of Judgement.

II. In his book *Braheen-e-Ahmadiya*, (published in 1884) Mirza Ghulam Ahmad Qadiani claimed on the basis of Quranic Ayaat and his own inspirations that Hazrat Isa Masih (علیہ السلام) would come again in the world and that he (Mirza) had come as *"Matheel-e-Masih"* (likeness of Masih) in order to revive Islam. (Ref: *Braheen Ahmadiya Part 4*, pp. 498-499, 505). In 1891, he claimed that he had received inspiration that Masih (علیہ السلام) was dead and would not come again but in his place Allah has made him the promised Masih. In 1901, he claimed that he was reincarnation of Muhammad ur Rasulullah (صلی اللہ علیہ وسلم) and that now he was not only Nabi and Rasul but also Khatamul Ambiya, the Last of the Prophets exactly!

CONTINOUED

established government (d) using offensive language or abusing state officials as rogues and dacoits (e) creating uproar and turmoil in front of somebody's office or in a private meeting or on a street breaking the peace and tranquility of citizens. Under the guise of right of freedom of speech if anybody goes beyond these limits, the law of the civilized country shall move for operation, to make the law-breaker taste the bitter consequence of his lack of understanding the meaning of the term, "freedom of speech".

(2) **Freedom of Writing:** This relates to journalism, treatises, articles, discourses, etc. For them, there are Press Laws in every civilized country. As the hon'ble Court knows better, nobody has, in a bid to demonstrate his artifice, the right to transcend the limits of statutory provisions. If a person writes offensive material, calumniates, passes aspersions, or instigates lawlessness or insults the armed forces, judiciary or legislature or executives or spreads moral debasement in society, then the law of the land shall move to bridle him up or put him behind bars or consign him to a mental hospital. "Freedom of pen" does not mean that free-lancers have a right to play with people's self-respect or make social life oppressive and vexatious.

(3) **Freedom of Association:** People have a right to associate with each other in order to form a body of like-minded persons with certain aims and objects which are permissible and legal and contribute to the welfare of people. But this freedom is to remain within the precincts of social legality and virtuosity. If notorious men and scoundrels form an "Association of Thugs," "Bandits" or "Pirates" with the intent of looting and plundering thereby disturbing public law and order, they shall be punished and their association declared illegal. This proves that though the right of association is a good one but it cannot be misused.

(4) **Freedom of Living:** To live and let others live is the civilized man's motto. Therefore, one is free to live as one likes, to eat as one wants, to move about as one pleases, to dress as one prefers. Yet there are restraints in each walk of life. His house must conform to municipal regulations, his dress to his actual self. If he comes out of his house wearing a uniform of the police or the army he will be hauled up. Similarly, if he disguises as a government functionary he will be proceeded against for impersonation and pretension. An individual is free to dress or undress as he likes. But he cannot undress in public and walk nude. He may sing and dance within his precincts or in a place licensed for this activity but the moment he blasts music at the dead of night upon his sleeping neighbours he will not be allowed to disturb others' peace. Therefore, the freedom of living has also its checks and balances. All wise people agree that this right should be exercised in a manner which does not restrict freedom of others. In short, this right is not a licence to disturb peaceful living of others or to confront them with obnoxiousness.

(5) **Religious Freedom:** Everybody is free to adopt or believe in any faith. He may believe in God or be an atheist; he may worship Rama, Krishna or any deity from the Hindu pantheism, or Hanuman, the monkey-god, for that matter. He is free to worship fire-god or sun-god Apollo. He may believe in Zoroaster, become a Jew or a Christian or believe in Hazrat Muhammad (صلی اللہ علیہ وسلم). There is no compulsion of any sort on anybody because this subject relates to his personal belief as to where lies the salvation of his soul. Therefore the choice is his. He is free to choose yet there are ethics and laws of morality to contend with. For instance, some primary limitations shall be imposed by that religion itself on the votary. Hence, he should examine the pros and cons before making the choice and accepting that religion. Once he has accepted, he will be bound by all its universally accepted principles. Thereafter it shall be unlawful for him to deviate from its dogmas. If he does, the religious authorities shall have the right to proceed against him. This is the primary limitation. A second one shall be on him from the angle of other religions, i.e., his religious freedom does not affect the freedom of the votaries of other religions. For instance, if there is a Jew who associates some like-minded persons with him and having managed to procure some support from his "Yes-men", addresses his community, saying:

"I am Moses reborn, and God has sent me down again to renew and revive and reform the Torah, and now I present the true religion of Moses before you, because the one previous to me failed in achieving its objectives, and since mine is the genuine one and better laid-out, so follow me in what I pronounce and thus reap

argument that the Hon'ble Court will never tolerate the fraudulent act of a pretender who starts sitting in an office with the signboard of "Sessions Judge," or "High Court Judge" or "Supreme Court Judge" and starts hearing cases and deciding litigations. No doubt it is a noble act, a divine service, to help people in distress by settling their disputes in order to uphold the rights of the oppressed from the clutches of tyrants; yet this man will still be booked for donning the robe of "My Lord"; why, because he has deceived the people and is falsely using the respectable marks of identification *(Sheaar)* of the Hon'ble Court. Has he not tried to masquerade as a judge and insulted the juridical realm by using the *Sheaar* of the Judiciary?

Therefore, I say, that a non-Muslim, choosing for himself a similar stance, uses the sanctified name of Islam and appropriates tokens of Islam (Shaaer) to himself, is the worst culprit because he puts Islam and its Shaaer to contempt.

Will the Hon'ble Court tolerate that a cunning pretender starts operating a Court in a building right in front of the Supreme Court. No, because this act of that cheat is an insult to that respectable and hallowed institution. In this very manner, if a non-Muslim, persisting in the dogma of disbelief of Qadianiat, puts on a board of (لا إله إلا الله محمد رسول الله) outside his house, or worship place, or moves about in town displaying it prominently on his chest, will a Muslim tolerate it, just as the Chief Justice will not tolerate the sham act of that despicable masquerading as a Judge? Who will be that Muslim who would allow the sign-board of Kalimah Tayyibah on a temple of Hindus to give the impression that the worship place with this sign-board carries the real message of the holy Prophet (صلی اللہ علیہ وسلم)? Allah forbid.

Sheikh ul Islam Hafiz Ibne Timiyah was asked if it was correct to call the worship houses of unbelievers as *"Baitullah"* (Allah's house). He wrote back:

> "These (worship houses of unbelievers) are not *"Baitullah"*. "Baitullah" are the mosques because in the worship-houses of unbelievers infidelity is practised, despite the fact that *'zikr'* (remembrance of God) may be taking place therein. The perception of a building is the same as of its founder. Because their founders are unbelievers, these worship places too belong to unbelievers."

It is obvious that infidelity is intrinsic filth. Consequently, just as it is disrespectful and contemptuous to place a sign-board of Kalimah Tayyibah at a latrine so also labelling Kalimah on a Bait ul Kufr (house of infidelity) is the contempt of the sacred Kalimah لا إله إلا الله محمد رسول الله Surely, this is intolerable for a Muslim. "The Anti-Islamic Activities of Qadianis Ordinance" has been promulgated to arrest the incidence of such crimes of contempt of Islamic Shaaer.

True Concept of Religious Freedom

The secular nations of the so-called progressive times of the present age have blown the trumpet of "individual's liberty" out of proportion and so much that people have been fascinated towards charming slogans to such an extent that all limits of decency and reason have been overshot.

"Individual's liberty" has been divided into five categories by the West: (1) Freedom of speech (2) Freedom of writing (3) Freedom of association (4) Freedom of religion (5) Freedom of living:

No religion in the world takes these five categories to mean unbridled liberty. These freedoms have limitations, too. First: Individual's liberty does not go beyond the bounds of morality and refinement. Secondly: It should contain itself within the rules of law. It has to be regulated. Thirdly: The freedom of the individual should not disturb peace and tranquility of society and cannot usurp others' rights. A freedom in which rule of law is not adhered to, or which destroys social norms and rights of others, such freedom shall be subjected to a check by every civilized society. There is an anecdote that a person was whirling around his arms foolishly to and fro in the air in a crowded street till it struck somebody's nose. The man with the stunned nose loudly protested.

The other replied, "I was exercising my right of freedom to use my arms as I liked. I am at liberty and nobody can filch my right!"

The sufferer answered: "Sure, you can stretch your arm as far as you like but your liberty stops from where my nose starts !"

Therefore, of all liberties, be it of speech, writing, association, religion, or living, there is none which is not bound by certain limits as vindicated below:

(1) **Freedom of Speech.** A person can wag his tongue the way he wants; to say what he likes but he cannot use the tongue for (a) falsely accusing others (b) instigating revolts against the country (c) overthrowing a legally

SUBMISSION TO THE HONBLE SUPREME COURT OF PAKISTAN

By
Maulana Muhammad Yusuf Ludhianvi

Translated by
K.M. Salim

Edited by
Dr. Shahiruddin Alvi

Can non-Muslims be permitted to adopt Islami Shaaer?

It has been made very clear in the foregoing discussion that in the "Anti-Islamic Activities of Qadianis" Ordinance, using Kalimah Tayyibah, congregational Namaz, Masjid and Azan have been prohibited for Qadianis because these are Muslims' *Shaaer* which draw a line of distinction between a Muslim and a non-Muslim.

The point remaining to be settled now is whether any non-Muslim can be allowed to adopt *Islamic Sheaar*. With your permission I submit: The *Sheaar* of a nation, organisation, or a body of men or of an individual is given great regard and respect and if some unrelated person appropriates that to his self then he is considered person who has committed fraud. His act of so doing is deception, fabrication, falsification and pretension. For example:

(1) If a business, an industry or a firm gets its trade mark registered, it becomes a token of its cognizance and its symbol. Thereafter, nobody has a right to appropriate that mark to his profession, trade or product. If somebody does it and uses that distinctive sign for his product, he is identified forthwith a "cheat," "thief" or a "dissembler".

(2) In every country its armed forces have a set of dress called its uniform and officers have separate ranks, emblems, insignia, etc., such as Generals, Colonels, Majors, Captains and so on. There are distinctive marks and badges for each rank and therefore it is their *Sheaar*, i.e., distinguishing mark by which a Major can be identified from a Colonel. If a non-army person wears these badges he would be proceeded against. Similarly, if an officer wears the badge of a rank other than his own he will be booked. Therefore, if a non-army person i.e., a civilian is permitted to use these cognizable tokens there will be then no distinction between him and the man from the army, so much so, that the very base of identification shall disappear totally, with no recognition mark left.

(3) Similarly, every country has its police and they have a set uniform by which they are recognized and placed as such. Officers and subordinates wear different badges and emblems which are their individual *Sheaar* (mark of identification). Non-police personnel are not permitted to use those *Shaaer*.

If it is a crime to misuse the trade-mark of a firm and its products, if the *Sheaar* of a policeman or a soldier is not permitted for a civilian, if the use of coat-of-arms of a particular institution or individual by an unauthorized person is forbidden, my argument is how can the *Sheaar* of a Muslim be permitted for a non-Muslim. Law of no civilized country permits this.

On the above analogy, I dilate over my

بقیہ گوہر شاہی فتنہ

رکھا۔ اس نے مجھے شراب' بھنگ' چرس سکھائی اور جب میں ذرا جوان ہوئی تو میں بھی طوائف بن گئی۔ جوانی انہیں گناہوں میں گزاری۔ صدر ایوب نے کوٹھے بند کر دیئے چونکہ میں عمر رسیدہ بھی ہو گئی تھی کوئی پرسان حال نہ رہا۔ گزارے کے لئے بھیک مانگنا شروع کردی لیکن وہ نشے جو منہ لگ چکے تھے 'میسر نہ آئے۔ درباروں میں ان نشوں کی کھلی چھٹی ہے۔ محکمہ پولیس بھی فقیر سمجھ کر پوچھ گچھ نہیں کرتا۔ بس پھر فقیر کا لباس پہنا۔ تسبیحاں گلے میں لٹکائیں' کشکول ہاتھوں میں لیا اور یا علی کے نعرے مارنے شروع کر دیئے۔ شاہ لطیف کے دربار پر جھاڑو دینا شروع کر دیا' میرے پیچھے کئی اور عورتیں مرد بھی وہاں موجود تھے۔ جو کچھ زائرین سے نذرانہ ملتا کافیوں میں جاتے اور خوب آزادی سے بھنگ چرس پیتے۔ مستانی خدا حافظ کہہ کر چلی گئی اور میں بھی ایک ہفتہ بعد سیہون سے حیدر آباد اور پھر کراچی کے لئے روانہ ہو گیا۔"

یعنی پتہ چلا کہ ولایت کی منزلیں طے کرنے کے لئے جنگل میں تن تنہا جس مستانی کے ساتھ تین سال گزارے تھے' وہ اصل میں ہیرا منڈی کی ایک طوائف تھی۔

جنگل سے واپس آکر پیر گوہر نے جامشورو ٹیکسٹ بک بورڈ کے عقب میں جھونپڑی ڈال لی۔ جن بھوت نکالنے کا کام کرنا شروع کر دیا۔ کمزور عقیدہ والے لوگ آنے لگے۔ سیکورٹی پولیس نے بھی پیر کی مشکوک حرکات کا جائزہ لینا شروع کر دیا حتیٰ کہ قریب ہی ایک درخت پر کیمرہ بھی فٹ کر دیا۔ تاکہ اس پیر کی نگرانی کر سکیں۔ پیر وہاں سے کھسکنا چاہتا تھا لیکن کوئی جواز نہ مل رہا تھا۔ بابا حضوری کی طرح اب اس کے پیچھے بھی پولیس لگی ہوئی تھی۔ ادھر میڈیکل کے طلبہ کو گمراہ کرنے پیر وہاں کے پرنسپل کو غصہ آیا اس نے پیر کی جھونپڑی وغیرہ اکھڑوا ڈالی۔ پیر کو تو بہانہ چاہئے تھا۔ لہٰذا وہ وہاں سے بھاگا اور سید حاجی د آباد مرے گھاٹ جا پہنچا۔ پیری مریدی کا دھندہ یہاں بھی شروع کر دیا۔ اب پیر نے جب دیکھا کہ اس کی کاروباری لائن مضبوط ہو رہی ہے' مرید بن رہے ہیں تو اس نے سوچا کیوں نہ نوجوان گرم خون سے کام لیا جائے کیونکہ ان کے ذہن اتنے پختہ نہیں ہوتے۔ لہٰذا اس نے نوجوانوں کو پھانسنے کے لئے ایک تنظیم انجمن سرفروشان اسلام کی بنیاد رکھی اور خود اس کا سرپرست بن گیا۔ ان کا شناختی نشان دل قرار پایا جو وہ سینوں پر سجائے پھرتے ہیں۔ اب ان نوجوانوں کی انجمن کو استعمال کرکے یہ لوگوں میں گمراہی پھیلا رہا ہے۔

اور ان نوجوانوں کی توانائیوں کو ذاتی مقاصد کے لئے استعمال کر رہا ہے۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ اس انجمن کا کوئی مقصد منبع اور منشور نہیں سوائے اس بات کے کہ نوجوانوں کو ذکر کے نام پر دھوکہ دے کر پیر ریاض گوہر کا مرید بنایا جائے۔ کشمی چوک والے جلسہ میں انجمن کے ایک کارکن نے مجھے بتایا کہ اس انجمن کی بنیاد غوث پاک اور دیگر اولیاء کے مشورے اور نبی مکرم کی اجازت سے رکھی گئی ہے۔ اگر قلوب جاری ہی کرنے ہیں تو اپنے علاقے کے اسمگلروں' دہشت گردوں اور جرائم پیشہ لوگوں کے قلب جاری کرکے ان کو جرائم سے تائب کریں۔ اس مثال کے مصداق کہ: تجھے پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو پہلے اپنے گھر کی خبر لیں پھر پورے ملک پاکستان بلکہ بیرون ممالک قلب جاری کریں۔

فرقہ گوہریہ کے عقائد

آئندہ شمارہ میں ملاحظہ فرمائیں

بقیہ علمی محاسبہ

حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے۔ خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنا۔ وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ میرے یہ عقائد ہیں لیکن اس بات کو تسلیم نہیں کرتا کہ ۱۹۱۴ء یا اس سے تین چار سال پہلے سے میں نے یہ عقائد اختیار کیے ہیں"۔

(آئینہ صداقت' ص ۳۵)

قادیانی صاحبان تبلیغ اسلام کا بڑا دعویٰ کرتے ہیں اور اس کا مسلمانوں پر بڑا احسان دھرتے ہیں لیکن انصاف سے دیکھئے تو بے سروپا عقائد مسلمانوں میں پھیلا رہے ہیں۔ اسلام سے ان کو ہٹا رہے ہیں' دین و ایمان گنوا رہے ہیں۔ من مانے حاشیے چڑھا رہے ہیں۔ بچوں کا کھیل بنا رہے ہیں' تخریب دین کو تبلیغ دین بتا رہے ہیں۔ امت محمدی میں فساد بڑھا رہے ہیں۔ قادیانی مذہب کے مخصوص اعتقادات کی مزید تفصیل آئندہ صفحات میں ملاحظہ کیجئے تو بے ساختہ دل و زبان سے نکل جاتا ہے:

"نعوذ باللہ من ذلک ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمة انک انت الوھاب

بیت السلام حیدر آباد دکن
رجب شریف ۱۳۵۲ھ

معروضہ
خادم محمد الیاس برنی

ضروری وضاحت

میں حکیم و ڈاکٹر حافظ محمد عمران خان یوسف زئی ساکن ا/A ،۳ ST دستگیر نمبر ۹ کراچی' اشاعت اسلام کے جناب کے تحت مختلف اخبار و رسائل' جن میں ہفت روزہ "ختم نبوة" بھی شامل ہے' کے لئے مضامین لکھتا رہتا ہوں۔ میرا کسی سیاسی و مذہبی جماعت سے کسی بھی قسم کا کوئی تعلق نہیں ہے میں اپنے نام یا کسی سیاسی شخصیت کے نام سے کسی قسم کے پمفلٹ کی اشاعت میں کبھی ملوث نہیں رہا ہوں۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ ایک شخص سید یٰسین بخاری ساکن مکان نمبر ۵۹۰ محلہ امین آباد اٹک شہر' میرے نام و پتے نیز کئی سیاسی شخصیات کے نام و پتے پمفلٹ شائع کر رہا ہے۔ میں ہر خاص و عام کو مطلع کرتا ہوں اس قسم کے کسی پمفلٹ سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔ نیز میں سید یٰسین بخاری نامی شخص کے خلاف قانونی چارہ جوئی کا بھی ارادہ رکھتا ہوں۔

حکیم و ڈاکٹر حافظ محمد عمران خان یوسف زائی
ا/A ،۳ ST' دستگیر نمبر ۹' کراچی ۷۵۹۵۰

عظیم الشان

۱۱ ویں عالمی

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام

سالانہ

ختم نبوت کانفرنس

برمنگھم

مورخہ ۱۳ اگست ۱۹۹۵ء بمقام جامع مسجد برمنگھم ۱۸۰ بیلگریو روڈ برمنگھم

بروز اتوار

زیر سرپرستی

حضرت مولانا خواجہ **خان محمد** صاحب مدظلہ امیر مرکزیہ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

کانفرنس کے چند عنوانات

مسئلہ ختم نبوت • حیات و نزول عیسیٰ علیہ السلام • مسئلہ جہاد • قادیانیت کے عقائد و عزائم • مرزائیوں کی اسلام دشمنی اور ان کی دہشت گردی ◎ کانفرنس میں جوق در جوق شرکت فرما کر ثابت کریں کہ ہم قادیانیت کو پنپنے نہیں دیں گے اور ان کا تعاقب جاری رکھیں گے کانفرنس کو کامیاب بنانا تمام مسلمانوں کا فریضہ ہے

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت 35 اسٹاک ویل گرین لندن ایس ڈبلیو 9 9 ایچ زیڈ یو کے 071-737-8199